



بندۂ مومن کی مصیبتیں

عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَزَالُ الْبَلَاءُ بِالْمُؤْمِنِ اَوِالْمُؤْمِنَةِ فِیْ نَفْسِهٖ وَمَالِهٖ وَوَلَدِهٖ حَتّٰى يَلْقَى اللهَ تَعَالٰى وَمَا عَلَيْهِ مِنْ خَطِيْئَةٍ ۔ (رواہ الترمذی)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ کے بعض ایمان والے بندوں یا ایمان والی بندیوں پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے مصائب اور حوادث آتے رہتے ہیں کبھی اس کی جان پر کبھی اس کے مال پر کبھی اس کی اولاد پر (اور اس کے نتیجہ میں اس کے گناہ جھڑتے رہتے ہیں) یہاں تک کہ مرنے کے بعد وہ اللہ کے حضور میں اس حال میں پہنچتا ہے کہ اس کا ایک گناہ بھی باقی نہیں ہوتا

۱۳ دسمبر ۱۹۸۵ء

دو روپے

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ہفت روزہ

خدام الدین

لاہور پاکستان

جلد ۳۱ ★ شمارہ ۳۲

— بیاد —

جانشین شیخ التفسیرؒ امام الہدیٰ حضرت

مولانا عبید اللہ انور نور اللہ مرقدہٗ

— رئیس الادارہ —

حضرت مولانا محمد اجمل قادری مدظلہ العالی

مجلس ادارت

عبد الرشید انصاری

ظہیر میر ایڈووکیٹ

انتظار حسین اسعد قادری

فی کاپی : ۲/- روپے

— چندہ سالانہ —

سالانہ ۸۰/- روپے

ششماہی ۴۵/- روپے

۲۹ ربیع الاول ۱۴۰۶ھ

نقطۂ نظر

حضرت مولانا حبیب اللہ فاضل رشیدی کا سانحۂ ارتحال

موت سے کس کو رستگاری ہے؟ یہ سب کا مقدر ہے ٹہنی یا شاخ ٹوٹ جاتے تو کوئی فرق نہیں پڑتا۔ مگر جب تند و تیز طوفان تناور درختوں کو جڑوں سے اکھاڑ دے اور رنگ برنگے پھولوں سے لدے ہوئے خوبصورت پودے پیوند زمین ہو جائیں تو کہاں گلشن اور کیا حسن گلشن کی بات رہے گی؟

. . . . ایک کے بعد ایک مردانِ صدق وجہاد اس دار فانی سے راہی ملک دوام ہوتے جا رہے ہیں۔ کس کس کا غم کریں اور کس کس کے بارے میں روئیں۔ ابھی خبر آئی ہے کہ جامعہ رشیدیہ ساہیوال کے مدیر و مہتمم، مجاہد ختم نبوت، حضرت مولانا حبیب اللہ صاحب فاضل رشیدی ۸ نومبر جمعۃ المبارک کے روز انتقال فرما گئے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔

مولانا فاضل رشیدی قافلۂ دین و دانش اور اصحاب جہد و عمل کے انہی رہنماؤں میں سے تھے جنہوں نے پاکستان میں اسلام کے نظام عدل و مساوات اور قرآن و سنّت کی بالادستی قائم کرنے کے لئے بنیادی کام کیا ہے وہ تحریک ختم نبوّت کے صفِ اوّل کے رہنماؤں میں سے تھے اعلیٰ درجے کے ماہر تعلیم، منتظم، خطیب، ادیب اور

ناشر میاں محمد اجمل قادری، اندرون شیرانوالہ گیٹ لاہور۔ مطبع شرکت پرنٹنگ پریس لاہور

درس حدیث

مولانا حمید الرحمٰن عباسی صاحب

وَعَنْ اَبِیْ اُمَامَۃَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ مَا اسْتَفَادَ الْمُؤْمِنُ بَعْدَ تَقْوَی اللّٰہِ خَیْرًا لَّہٗ مِنْ زَوْجَۃٍ صَالِحَۃٍ اِنْ اَمَرَھَا اَطَاعَتْہُ وَ اِنْ نَظَرَ اِلَیْھَا سَرَّتْہُ وَاِنْ اَقْسَمَ عَلَیْھَا اَبَرَّتْہُ وَاِنْ غَابَ عَنْھَا نَصَحَتْہُ فِیْ نَفْسِھَا وَمَالِہٖ (رواہ ابن ماجۃ الاحادیث الثلاثۃ)۔

ترجمہ: نقل ہے ابی امامہ سے وہ نقل کرتے ہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ نے فرمایا نہیں حاصل کیا مومن نے اللہ کے تقویٰ کے بعد اپنے لئے کسی بہتر چیز کو سوائے نیک بیوی کے۔ اگر اسے حکم دے تو اس کی اطاعت کرے اگر اسے دیکھے تو اسے خوش کرے۔ اگر اس پر قسم اٹھائے تو اسے بری کرے اور اگر اس سے غائب ہو تو اس کے بارے میں نصیحت کرے اپنی ذات میں اور اس کے مال میں (یہ تینوں احادیث ابن ماجہ نے نقل کی ہیں۔

ربط: اس حدیث کا ربط پہلی احادیث سے یہ ہے کہ پہلی احادیث میں نیک اور پارسا عورت سے نکاح کی ترغیب گزری ہے اور اس کے اندر بھی یہی بیان ہے۔

تشریح: اس حدیث پاک میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مومن کے لئے دو چیزوں کو بہتر فرمایا ہے۔ ایک[۱] تقوے اور خشیت الٰہی اور اسے سب پر اولیّت حاصل ہے — اور دوسرا[۲] نیک بیوی اور اس کی چار خوبیاں بیان فرمائی گئی ہیں۔ اگر مرد اسے (اللہ کی رضا کے موافق حکم دے تو اس کی اطاعت کرے۔ اور اگر مرد[۲] اسے دیکھے تو بیوی اسے خوش کرے۔ یعنی خوبصورت ہو۔ اور اگر اسے[۳] کوئی قسم دے تو اسے بری کرے۔ مثلاً یوں کہے کہ تمہیں خدا کی قسم ہے کہ تو فلاں کام نہیں کرے گی۔ تو وہ نہ کرے یا یوں کہے کہ تمہیں خدا کی قسم ہے کہ تو فلاں کام ضرور کرے گی تو وہ کام کرے یہ مرد کو قسم سے بری کرنا ہے۔ اور زنا سے باز رہے۔ اور مرد کے مال کا تحفظ کرے اس میں خیانت نہ کرے۔

وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا تَزَوَّجَ الْعَبْدُ فَقَدِ اسْتَکْمَلَ نِصْفَ الدِّیْنِ فَلْیَتَّقِ اللّٰہَ فِی النِّصْفِ الْبَاقِیْ۔

ترجمہ: نقل ہے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے انہوں نے فرمایا کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب انسان نکاح کرلے تو اس کا نصف دین مکمل ہو جاتا ہے۔ اسے چاہیے کہ باقی نصف میں اللہ تعالیٰ سے ڈرے

ربط: اس سے پہلی حدیث میں پارسا عورت سے نکاح کی عظمت کو بیان فرمایا ہے۔

تشریح: اس حدیث پاک میں جناب نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ دین کے دو حصّے ہیں۔ ایک حصّہ عورت سے نکاح کرنا ہے۔ اور دوسرا حصّہ باقی دین ہے۔ عورت کے ساتھ نکاح کرنا آدھا دین اس اعتبار سے ہے کہ نکاح سے انسان زنا سے بچ جاتا ہے اگر نکاح نہیں کرے گا تو زنا سے نہیں بچ سکتا۔ اور دوسری جگہ حدیث میں ثابت ہے کہ وقتِ زنا انسان کا ایمان خارج ہو جاتا ہے۔ جب ایمان چلا گیا تو باقی دین کا کیا فائدہ ہوگا لہذا نکاح کے ذریعہ معاشرہ کو زنا سے بچانا مقصود ہے۔ تیسرا فائدہ نکاح کا یہ ہے کہ اس سے معاشرہ میں صلہ رحمی کے رشتے قائم ہوتے ہیں۔ قبائل اور خاندانوں میں اتفاق و اتحاد ہوتا ہے اور اگر نکاح نہ ہو تو شیرازہ مجتمع نہیں ہو سکتا۔ چوتھا فائدہ نکاح کا یہ ہے کہ یہ انسانی ترقی کی بنیادی شاخ ہے اس کے سوا انسانی ترقی نہیں ہو سکتی۔

دینی و ملی رہنما تھے۔ اسلام اور پیغمبر اسلام کی عزت و ناموس خصوصاً عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ کی تحریک میں انہوں نے قائدانہ خدمات انجام دی ہیں۔ جامعہ رشیدیہ کی تعمیر و ترقی میں مولانا فاضل رشیدی کی پُرخلوص محنت ان کے لئے صدقہ جاریہ اور لائق تقلید یادگار رہے گی ان کے انتقال سے جو خلا پیدا ہو گیا ہے اگرچہ اس کا پُر ہونا مشکل ہے مگر رب العالمین کی بارگاہ رحمت سے امید ہے کہ ادارہ جامعہ رشیدیہ اور ماہنامہ الرشید شب و روز ترقی کی راہ پر گامزن رہیں گے۔

اللہ تعالےٰ ان کے پسماندگان شاگردوں اور دنیا بھر میں پھیلے ہوئے عقیدت مندوں کو صبر جمیل کی توفیق عطا فرمائے۔

بلاشبہ حضرت مولانا حبیب اللہ صاحب فاضل رشیدی کاروانِ امیر شریعتؒ کے ہراول دستے کے قائد و رہنما تھے وہ ہمیں چھوڑ گئے لیکن حضرت قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ، مولانا غلام غوث ہزاروی، ماسٹر تاج الدین انصاری، مولانا محمد علی جالندھری، مولانا لال حسین اختر اور مولانا محمد حیات پسروری فاتح قادیان کی ارواح مقدسہ نے بہشت بریں میں ان کا استقبال کیا ہوگا۔ اللہ تعالیٰ مغفرت کرے اور اعلیٰ علیین میں بلند مقام میں جگہ دے۔

خلیفہ مجاز امام الاولیاء شیخ التفسیر حضرت امام لاہوریؒ

حضرت مولانا قاضی زاہد الحسینی کا مکتوب گرامی

• —— وابستگان سلسلہ عالیہ قادریہ راشدیہ انوریہ کے نام

آپ حضرات بڑے سعادت مند ہیں کہ دورِ حاضر کے امام الاولیاء اور اُن کے جانشین امام الھدیٰ حضرت مولانا عبید اللہ انور قدس اسرارھما کی بیعت کا شرف آپ حضرات کو حاصل ہے۔ اللہ تعالےٰ مُبارک فرمائے اور اس رُوحانی تعلق اور بیعت کے ثمرات دارین میں عطا فرمائے آمین۔

چونکہ ہمارے یہ واجب الاحترام مشائخ ہماری نظر میں دورِ حاضر کے عظیم صاحبِ طریقت تھے، ان کی نظیر اس دُنیا میں کم ہی ہوگی۔ اس لیے آپ حضرات سے درخواست ہے کہ اپنے اسباق اور دوسری روحانی راہنمائی جانشین امام الھدیٰ حضرت میاں محمد اجمل صاحب مدظلہم العالی سے حاصل کریں تجدید بیعت کی ضرورت نہیں۔ جو اسباق تلقین کیے گئے ہیں ان پر عمل کریں اور اس خانقاہ عالی کے ساتھ دل اور جان سے وابستہ رہتے ہوئے حضرت میاں محمد اجمل صاحب اور حضرت میاں محمد اکمل صاحب کے ادب و احترام میں ہرگز ہرگز کمی نہ کریں۔

واللہ الموفق
قاضی محمد زاہد الحسینی عفا!
خادم
دربار عالیہ راشدیہ

ضبط و ترتیب: فتح محمد قریشی ...... پیش کش: ندیم احمد القاسمی

سبحٰن الذی ۱۵ سورہ بنی اسرائیل
رکوع ۳

مؤرخہ ۱۹ محرم الحرام
۲۶-۱-۴۳

درس القرآن الحکیم

شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی لاہوری قدس سرہٗ

****

اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم
بسم اللہ الرحمن الرحیم
وَلَا تَجْعَلْ يَدَكَ مَغْلُولَةً اِلٰى عُنُقِكَ وَلَا تَبْسُطْهَا كُلَّ الْبَسْطِ فَتَقْعُدَ مَلُومًا مَّحْسُورًا :۲۹:

ترجمہ: اور اپنا ہاتھ اپنی گردن کے ساتھ بندھا ہوا نہ رکھ اور نہ اسے کھول دے بالکل ہی کھول دینا پھر تو پشیمان تہی دست ہو کر بیٹھ رہے گا۔

(درس) گذشتہ کل کے درس میں یہ بیان کیا گیا تھا کہ اگر شادی بیاہ کے موقع پر کھلانے کی توفیق نہیں ہے تو متعلقین سے معذرت کرلے اور کہہ دے کہ اللہ تعالےٰ فراخی فرمائیں گے تو دعوت کردیں گے۔ آج کے درس میں یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ فرماتے ہیں اگر توفیق ہے اور اللہ تعالےٰ نے دیا ہے تو کنجوسی نہ کرو اور اپنے ہاتھوں کو گردن کے ساتھ نہ باندھ دو یعنی حسبِ توفیق ضرور خرچ کرو۔ اگر خرچ نہیں کروگے پھر بھی ذلیل و خوار ہوگے۔ لیکن اس خرچ کے اندر بھی پابندی ہے۔ یہ خیال رہے کہ اسراف نہ ہونے پائے۔ زیادہ خرچ کرنے والے بھی شرمندہ اور رسوا ہوا کرتے ہیں جیسا کہ آیت میں ہے۔

(مثال) ایک آدمی صاحبِ وسعت ہے لیکن شادی پر پچاس آدمی کی دعوت کرکے دس آدمی کا کھانا پکاتا ہے یعنی بخل سے کام لیتا ہے تو لوگ اُس کو طعنہ ضرور دیں گے کہ کنجوس اور بخیل ہے اور اسی طرح اگر دس آدمی کو بلوایا لیکن پچاس آدمی کا کھانا تیار کرایا یعنی اسراف اور فضول خرچی سے کام لیا۔ اس کو بھی لوگ کہیں گے بڑا بیوقوف ہے۔ اتنا زیادہ خرچ کردیا حالانکہ صرف دس آدمیوں کی دعوت تھی۔ دنیا کا قاعدہ ہے کہ وہ کسی حالت میں خوش نہیں ہوتی۔ بخل سے کام لوگے پھر بھی موردِ الزام ٹھہرائے جاؤ گے اور اگر اسراف سے کام لوگے تو احمق اور بے وقوف گردانے جاؤ گے۔ جو لوگ میانہ رو ہوتے ہیں وہی زندگی کے ہر شعبے میں کامیاب ہوتے ہیں۔ کسی کے محتاج نہیں ہوتے۔ ناگہانی بار کو بھی برداشت کرلیتے ہیں ؎

سیاہ بختی میں کون کس کے کام آتا ہے
تاریکی میں تو سایہ بھی ساتھ چھوڑ جاتا ہے

معاشی بدحالی کی سب سے بڑی وجہ فضول خرچی ہے

آج کا مسلمان اچھا خاصا کماتا ہے پھر بھی بدحال ہے۔ یہ صرف فضول خرچی کی وجہ سے ہے۔ دنیا میں مسلمان زیادہ تر کاشتکار

(باقی صـ پر)



خدمتِ قرآن، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر

اللہ والوں کی امتیازی شان ہے

قرآنی تعلیمات پر عمل پیرا ہونے والے

دونوں جہان میں کامیاب و کامران ہونگے

کائنات کی ہر شئی ذاکرین سے محبت کرتی ہے

جانشین امام الہدیٰ حضرت مولانا محمد اجمل قادری

الحمد للہ وحدہ والصلوٰۃ والسلام علیٰ من لانبی بعدہ : اما بعد: قال اللہ تبارک و تعالیٰ :—

وَلَذِكْرُ اللّٰهِ اَكْبَرُ۔

صدق اللہ العظیم۔ وَقَالَ النَّبِیُّ صلی اللہ علیہ وسلم۔ لِكُلِّ شَيْءٍ عَلَمٌ۔

ترجمہ: اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالےٰ کا ذکر بہت ہی بڑی شئے ہے اور حضور صلی اللہ نے فرمایا ہر چیز کی کوئی نہ کوئی علامت ہوتی ہے۔

ذاکرین مکرم! یہ ذکر اللہ تعالےٰ کی بہت بڑی نعمت ہے جسے اللہ تعالےٰ چاہیں اپنا نام نصیب فرمادیں۔ آج کل بہت سے علمائے کرام اس ذکر کو اہمیت کی نگاہ سے نہیں دیکھتے لیکن یہ حقیقت ہے کہ اصلھا ثابت وفرعھا فی السّماء یعنی ذکر ایک ایسے تناور درخت کی مانند ہے جس کی جڑیں زمین میں اور شاخیں آسمان میں ہیں۔ بندہ زمین پر ذکر کرتا ہے لیکن اس کا چرچا آسمانوں میں ہوتا ہے اور اللہ تعالےٰ خود اپنی زبان مبارک سے ذاکر کا نام فرشتوں میں لیتے ہیں۔ بالکل اسی مضمون کی ایک حدیث قدسی وارد ہوئی ہے اللہ تعالےٰ فرماتے ہیں کہ جب بندہ میرا ذکر کرتا ہے تو میں اس کا ذکر آسمانوں میں کرتا ہوں۔ اور جس کا ذکر خود اللہ تعالےٰ کریں۔ اس کی قسمت کا کیا کہنا۔

ابھی جو حدیث پڑھی گئی ہے اس کے اندر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ ہر چیز کی کوئی نہ کوئی امتیازی شان ہوتی ہے۔

محترم حاضرین! اس مرکز رشد و ہدایت سے تعلق رکھنے والوں کی بھی کچھ خصوصیتیں ہیں:۔

۱۔ یہاں کے فیض یافتہ اور متوسلین ذکر اللہ کے حد سے زیادہ پابند ہوتے ہیں سفر و حضر میں، یُسرت و عُسرت میں غرضیکہ ہر حال میں ذکر ہی کو حرزِ جاں بناتے ہیں اور شیخ کے احکام کی خلاف ورزی سے بالکلیہ اجتناب کرتے ہیں۔

۲۔ اس جماعت سے تعلق رکھنے والے اور اس جماعت کے متوسلین کسی نہ کسی طرح خدمت قرآن سے وابستہ ہوتے ہیں — اور قرآن کے احکامات کی تبلیغ اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر میں قطعاً کوتاہی نہیں کرتے اور تلاوتِ قرآن کے عاشق و شیدائی ہوتے ہیں دراصل قرآن کی تلاوت ایسی عبادت ہے جس سے انسان اپنے خدا سے بلا واسطہ ہمکلام ہوتا ہے۔ قرآن کی تلاوت کرنے والے پر اللہ تعالےٰ کی رحمتیں برستی ہیں۔ شرط یہ ہے کہ خدا کے کلام کی عظمت اور صاحب کلام کی کبرائی نیز اس کے عتاب سے خوف اور اس کی رحمت کی امیدیں دل میں جاگزیں ہوں۔

۳۔ تیسری خصوصیت اس جماعت کے متوسلین کی یہ ہے کہ جب کوئی اوپر کی دونوں چیزوں میں درجہ کمال کو پہنچ جاتا ہے یعنی ذکر اللہ اور خدمت قرآن کو اپنا نصب العین اور منزل مقصود بنا لیتا ہے۔ اس وقت اللہ تعالےٰ اسے حج بیت اللہ سے نوازتے ہیں اور اپنے گھر اور روضۃ النبی علیٰ صاحبھا الصلوٰۃ والسلام کی زیارت سے مشرف فرما دیتے ہیں۔

محترم حاضرین! ہماری اس جماعت کی یہ تین خصوصیتیں ہیں۔ اب ہم میں سے ہر ایک غور کرے کہ کیا یہ خصوصیتیں پیدا ہوگئیں ہیں؟ اگر ہو گئی ہیں تو رب کریم کا شکر بجا لائیں۔ اور اگر نہیں؟ تو ان کے لئے فکر اور کوشش کریں۔ یہی دو خصوصیتیں بہت اہم ہیں۔ ان پر مکمل محنت کی ضرورت ہے۔ اللہ تعالےٰ خود بخود تیسری نعمت یعنی حج بیت اللہ نصیب فرما دیں گے۔

دعا ہے کہ پروردگار ہمیں زیادہ سے زیادہ ذکر اللہ اور خدمت قرآن کی توفیق دیں۔ آمین!

بقیہ: درس القرآن الحکیم

ہے۔ آسمان سے جو رزق آتا ہے پہلے اُس کی جھولی میں گرتا ہے پھر اس کے بعد دوسری قوموں کی طرف منتقل ہوتا ہے۔ اس کے باوجود معاشی اعتبار سے بدحال ہے۔ وجہ یہ ہے کہ مسلمانوں میں کفایت شعاری نہیں ہے۔ ہندوؤں کو دیکھ لو آج تک پتروں کے ڈونوں میں کھاتے ہیں اور شادی بیاہ میں زیادہ تر پاپڑ ترکاری اور پوریاں کھلاتے ہیں۔ وہ بہت کفایت شعار قوم ہے۔ ہندو بیٹھ کر پہلے اپنی آمدنی کا حساب کرتا ہے۔ ہر مد کا پہلے خیال رکھتا ہے پھر اسی میں گذارہ کرلیتا ہے چاہے کتنی بڑی تقریب کیوں نہ ہو۔ کبھی کسی ہندو نے پتنی (بیوی) کے زیورات گروی رکھ کر کسی بیٹی کا بیاہ نہیں رچایا۔ آج کا مسلمان خود ساختہ تنگ دست ہے۔ اُس نے اپنے پیروں پر خود کلہاڑی ماری ہے۔ اس کا حال یہ ہے کہ قرضے والے روتے ہیں لیکن کہتا ہے شادی میں چھوٹا گوشت ضرور پکانا ہے۔ میرے بھائیو! کھانے کے لیے تو سب آجاتے ہیں۔ کوئی وقت پر بھی کام آتا ہے۔ قرض لے کر رسمیں پوری کرنے والو حضور صلی اللہ علیہ وسلم قرضہ دار کا جنازہ نہیں پڑھاتے تھے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بخیلی اور فضول خرچی سے بچائے۔ دنیا تو برباد ہو رہی ہے آخرت نہ برباد ہو جائے۔

کراچی میں مجلس ذکر کا افتتاح

حضرت مولانا عبدالمجید صاحب مدظلہ خلیفہ مجاز حضرت لاہوریؒ انگریزی ماہ کی پہلے سوموار کو بعد نماز مغرب اپنے دولت خانہ پر مجلس ذکر منعقد کرایا کریں گے۔

پتہ: پلاٹ نمبر ۸۴۶ ایریا ۲/۳۴ کورنگی کالونی کراچی

آمد و رفت کے لئے سواری: صدر سے بس نمبر ۱۷/۷ ۔ لانڈھی سے F/5 کے ذریعہ بسم اللہ اسٹاپ کورنگی میں حضرت کے گھر کے سامنے اتریں۔ باقی تمام بسیں یعنی ۱۷/۱ ازنما وہ اور ۱۷/A، ۱۷/B، ۱۷/D۔ اور منی بس SLC 2 صدر سے اور ڈرگ روڈ لانڈھی کی طرف سے W/18، ۷/۷، F/4 وغیرہ کے ذریعہ بس اسٹاپ ۳½ کورنگی ڈبل روڈ اتریں۔ وہاں سے حضرت کا گھر صرف ڈیڑھ فرلانگ ہے

سِیرت کانفرنسوں کے لئے لمحۂ فکریہ

حکیم الامت حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ

عارف باللہ حضرت مولانا ڈاکٹر محمد عبدالحی صاحب عارفی مدظلہم

کے

ربیع الاوّل کی سیرت کے اجتماعات سے متعلق فکر انگیز ارشادات

حمد و ستائش اُس ذات کے لیے جس نے اس کارخانہ عالم کو وجود بخشا اور درود و سلام اُس کے آخری پیغمبر پر جنہوں نے دنیا میں حق کا بول بالا کیا۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی

کافی عرصے سے ہمارے ملک میں سیرت کانفرنسیں اور سیرت طیبہ کے نام پر جلسے اور اجتماعات منعقد کرنے کا سلسلہ شروع ہُوا ہے۔ خاص طور پر ربیع الاوّل کے مہینے میں ان کانفرنسوں اور اجتماعات کا زیادہ اہتمام کیا جاتا ہے اور ہر شہر اور قصبے میں گلی گلی یہ محفلیں منعقد ہوتی ہیں۔ کچھ عرصے سے سیرت طیبہ کے نام پر ان تقریبات کا اہتمام سرکاری پیمانے پر بھی ہونے لگا ہے۔ اس غرض کے لیے حکومت کی سطح پر جلسے، کانفرنسیں اور تقریبات منعقد کی جاتی ہیں اور بعض جگہ جلوس بھی نکالے جاتے ہیں۔

اگر نبی رحمت سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ کو صحیح مقصد، صحیح جذبے اور صحیح طریقے سے سُننے سنانے کا اہتمام ہوتا تو نہ صرف یہ کہ وہ ہم سب کے لیے باعثِ سعادت تھا، بلکہ اس سے ہماری بگڑی ہوئی زندگی کی کایا پلٹ سکتی تھی۔ سیرت طیبہ کی تو خاصیت ہی یہ ہے کہ اگر اس کو صحیح جذبے اور صحیح طریقے سے سُنا اور سنایا جائے تو اس کا ایک ایک واقعہ زندگیوں میں انقلاب برپا کرنے کے لیے کافی ہے۔

لیکن مشاہدہ یہ ہو رہا ہے کہ ہم سالہا سال سے ہر ربیع الاوّل کے مہینے میں نہایت دھوم دھام سے سیرت کانفرنسیں منعقد کرتے ہیں، لیکن ہماری عملی زندگی میں ان اجتماعات کا کوئی ادنیٰ سا اثر بھی ظاہر نہیں ہوتا۔ ہماری دینی اور اخلاقی حالت روز بروز گر رہی ہے۔ ہماری معیشت اور معاشرت بدستور تقلیدِ مغرب کے سانچے میں ڈھلی ہوئی ہے اور ہماری ہر نقل و حرکت سیرت و سنّت کی اتباع سے مسلسل دور ہٹتی چلی جا رہی ہے۔

سوال یہ ہے کہ جس سیرت طیبہ نے ایک مختصر عرصے میں صرف جزیرۂ عرب ہی کے نہیں بلکہ پُوری دنیا کے اخلاق و اعمال، معیشت و معاشرت، سیرت و کردار اور رہن سہن کے طریقے بدل ڈالے تھے، آج اسی سیرت طیبہ کو سننے سنانے کے باوجود ہماری تباہ حالی میں کوئی فرق کیوں نہیں آتا؟ —— ذرا غور کیا جائے تو اس سوال کا جواب اس کے سوا کچھ نہیں کہ ہم سیرتِ طیبہ کی اصل رُوح، اس کے حقیقی مقصد اور اس کے تذکرے کے صحیح طریق کار کو چھوڑ کر چند ایسے رسمی مظاہروں اور نمائشی کارروائیوں میں مبتلا ہو گئے ہیں جن کا نہ صرف دین سے کوئی تعلق نہیں بلکہ جو سیرت طیبہ کے احترام و عظمت

کے بھی منافی ہیں۔

ان سیرت کانفرنسوں اور سیرت کے جلسوں جلوسوں میں طرح طرح کی غلطیاں عام ہو چکی ہیں جو نہ صرف سیرتِ طیبہ کے مبارک مقصد کو حاصل کرنے میں رُکاوٹ بنی ہوئی ہیں، بلکہ ان کی موجودگی میں (اللہ بچائے) اُلٹے وبال کا اندیشہ ہے۔ ان سطور میں انتہائی دردمندی اور دلسوزی کے ساتھ مخلصانہ طور پر اسی قسم کی غلطیوں اور کوتاہیوں کی طرف مسلمانوں کو توجہ دلانا مقصود ہے۔ خدانخواستہ اس کا مقصد کسی پر حرف گیری یا طعن و استہزا نہیں بلکہ یہ تمام مسلمانوں کے لیے ایک ہمدردانہ دعوتِ فکر ہے کہ خدا کے لیے ہم اپنے طرزِ عمل کو شریعت و سنّت کے معیار پر جانچ کر دیکھیں کہ ہم سیرتِ طیبہ کے ساتھ کیا سلوک کر رہے ہیں؟ اس مقدس نام کو کس کس طرح استعمال کیا جا رہا ہے؟ اور اس کے نتیجے میں کہیں ہم اللہ تعالیٰ کی رحمتوں کو متوجہ کرنے کے بجائے خدانخواستہ اُس کے وبال کو دعوت تو نہیں دے رہے؟ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس مسئلے پر اخلاص کے ساتھ غور کرنے اور اپنی غلطیوں کے تدارک کی توفیق عطا فرمائیں۔ آمین۔

۱۔ سب سے پہلی غور طلب بات یہ ہے کہ ان کانفرنسوں کے منتظمین، مقررین، مقالہ نگار حضرات اور سامعین میں سے کتنے حضرات ایسے ہوتے ہیں جو اس سچی نیت کے ساتھ ان اجتماعات میں جاتے ہوں کہ ان اجتماعات سے کوئی عملی سبق لے کر اس کے مطابق اپنی زندگی کو بدلنے کی کوشش کریں گے؟ کیا ان کانفرنسوں کے بار بار منعقد ہونے کے باوجود مذکورہ حضرات میں سے کسی نے بھی اپنی عملی زندگی، اپنی عادات و اطوار، اپنے کردار و عمل، اپنے معمولات، اپنی سیرت و صورت، اپنے طرزِ معاشرت، اپنے لباس، پوشاک اور اپنی وضع قطع غرض یہ کہ کسی بھی چیز میں سنّت کے اتباع کے لیے کوئی تبدیلی پیدا کی؟

انتہائی افسوسناک بات یہ ہے کہ ہم ان سوالات کے لیے جتنا اپنا گریبان میں منہ ڈالیں گے اتنا ہی ان سوالات کا جواب نفی میں ملے گا۔ اب ہمارے سوچنے کی بات یہ ہے کہ جن اجتماعات کے پیچھے اصلاح کا کوئی جذبہ، کوئی نیت ہی نہ ہو تو اُسے معرضِ عمل لانے کی کوئی کوشش نہ ہو، وہ اجتماعات کیسے کوئی خوشگوار نتیجہ پیدا کر سکتے ہیں؟

اگر ہمارا اس بات پر ایمان ہے کہ سرکار دو عالم رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ بنی نوع انسان کے لیے شرافت انسانیت کا سب سے جامع، دلکش اور مکمل نمونہ ہے تو پھر ہماری سیرت کانفرنسوں کے بے اثر ہونے کی وجہ اس کے سوا نہیں ہو سکتی کہ ان کانفرنسوں کو منعقد کرتے وقت ہماری نیت، ہمارا مقصد، ہمارا جذبہ اور ہمارا طریق کار درست نہیں ہوتا۔ ہم یہ کانفرنسیں اس لیے منعقد نہیں کرتے کہ ان سے کوئی عملی سبق حاصل کریں اور ان کے ذریعے کوئی اصلاحی یا تبلیغی کام لیں، بلکہ ہم اُن بد دین قوموں کی تقلید میں شامل ہونا چاہتے ہیں جو اپنے مقدس مذہبی پیشواؤں کے نام پر کچھ تہوار منا لینا ہی مذہبی شعار سمجھتے ہیں۔ اگر یہ بات نہ ہوتی تو سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرتِ طیبہ جو زندگیوں میں انقلاب پیدا کرنے آئی تھی اور جس نے صدیوں تک یہ انقلاب پیدا کر کے دکھایا، آج اسی سیرت کے نام پر منعقد ہونے والی یہ زرق برق مجلسیں محض رسمی ہو کر نہ رہ جاتیں۔

۲۔ ان کانفرنسوں اور جلسوں کے انتظام و اہتمام اور ان کی رسمی کارروائیوں کی تکمیل میں بسا اوقات نمازوں تک کا کوئی خیال نہیں رہتا۔ جماعت کا اہتمام تو درکنار بعض اوقات انفرادی نمازیں بھی قضا ہو جاتی ہیں اور جس کانفرنس میں نماز جیسا دین کا اہم ستون منہدم کر دیا جائے، اُس کا سیرت و سنّت سے کیا تعلق ہو سکتا ہے؟ اس پر کیسے اللہ کی رحمتیں نازل ہو سکتی ہیں؟ اور یہ کیسے ممکن ہے کہ ایسے اجتماع سے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی روحِ مبارک خوش ہو جائے؟

۳۔ سیرت طیبہ کے مقدس نام پر منعقد ہونے والے ان اجتماعات میں بعض اوقات کھلے بندوں مردوں اور عورتوں کا اختلاط ہوتا ہے، مردوں کے ساتھ عورتیں بھی ایک ہی اجتماع میں بے محابا بے پردہ اور زینت و آرائش کے ساتھ بلکہ بعض

وقت نیم عریاں لباس میں ملبوس ہو کر شریک ہوتی ہیں۔ غور کرنے کی بات یہ ہے کہ جس مجلس میں سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام و ارشادات کی ایسی کھلی نافرمانی کی جارہی ہو اور جس میں نامحرم مرد و عورت بے محابا سامنے آکر ایسے کھلے گناہِ کبیرہ کا ارتکاب کر رہے ہوں، اس کو سیرت و سنّت کے ساتھ منسوب کرنا سیرت و سنّت کے ساتھ، غیر شعوری طور پر ہی سہی، ایک مذاق نہیں تو اور کیا ہے؟

۴۔ عام طور سے حکومتی سطح پر سیرت کی جو کانفرنسیں منعقد کی جاتی ہیں، ان کے لیے جگہ ایسی منتخب کی جاتی ہے جہاں عام سامعین پر بھی نہیں مار سکتے۔ ان مقامات پر داخلہ صرف دعوت ناموں کے ذریعے ہوتا ہے، اور یہ دعوت نامے بھی عموماً "بڑے بڑے لوگوں" کو جاری کیے جاتے ہیں، حالانکہ سیرت و سنّت کا پیغام کسی خاص طبقے کے ساتھ مخصوص ہونے کے بجائے تمام مسلمانوں کے لیے عام ہونا چاہیئے۔

۵۔ عموماً ایسی کانفرنسوں میں مقالات کے لیے موضوع ایسا منتخب کیا جاتا ہے جس کا عملی زندگی کی اصلاح سے کوئی تعلق نہیں ہوتا، بلکہ وہ نری علمی نکتہ آفرینی کی حد تک محدود ہوتا ہے، حالانکہ یہ ٹھیٹھ علمی نکتہ آفرینیاں بہت سے غیر مسلم مستشرقین بھی کرتے ہیں۔ ایک مسلمان کے لیے سیرت طیبہ کوئی فلسفہ نہیں، بلکہ ایک راہِ عمل ہے، اور اس میں بنیادی اہمیت اُس راہِ عمل پر چلنے کو حاصل ہے۔ لیکن سیرت کا یہ پیغام عموماً کسی کے حاشیۂ خیال میں بھی نہیں ہوتا۔

۶۔ اس قسم کی کانفرنسوں میں عموماً مقالہ نگاروں کو بھی دس دس منٹ کے مختصر وقت کا پابند بنا دیا جاتا ہے، یہ بھی سیرتِ طیبہ کے ساتھ ایک رسمی خانہ پری ہے، ورنہ اس مختصر وقت میں کسی ایک شخص کو بھی سیرت و سنّت کے بارے میں کوئی مؤثر یا نتیجہ خیز بات کہنے کا موقع نہیں مل سکتا، حالانکہ مقالہ نگاروں کی تعداد بڑھانے کے بجائے پیشِ نظر یہ ہونا چاہیئے کہ جو بھی مقالہ پیش ہو یا جو بھی تقریر کی جائے وہ موجودہ وقت کے تقاضوں کے مطابق عملی طور پر مؤثر اور مفید ہو۔

۷۔ ایک ستم یہ بھی ہے کہ ان اجتماعات میں شریک ہونے والے بہت سے حضرات اس مقدس موضوع کا بھی احترام نہیں کرتے جس کے لیے یہ اجتماع منعقد ہوا ہے۔ چنانچہ بسا اوقات مقررین اور سامعین اس مقدس اجتماع میں بھی غیر شرعی لباس پہن کر شریک ہوتے ہیں۔ اسٹیج کی وضع کرسیوں کی ہیئت اور نشست کے انداز میں بھی سنّت سے قریب ہونے کے بجائے دشمنانِ اسلام ہی کی نقالی کی جاتی ہے۔ دعوت نامے انگریزی میں جاری ہوتے ہیں، مقالے انگریزی میں پڑھے جاتے ہیں۔ محفلِ سیرت کو انگریزی وضع پر سجایا جاتا ہے۔ اگر محفل کے دوران یا بعد کچھ کھانے پینے کا انتظام ہو تو اس میں بھی مسنون طریقوں کو چھوڑ کر انگریزی طریقہ اپنایا جاتا ہے۔ بلکہ اگر کوئی شخص ایسی محفلوں میں مسنون طریقہ اختیار کرنا بھی چاہے تو اس کے لیے کوئی گنجائش نہیں رکھی جاتی۔ غرض ان جلسہ گاہوں میں آرائش و زیبائش سے لے کر شرکاء کی وضع قطع اور قول و فعل کے انداز تک کسی بھی چیز میں اتباعِ سنّت کی کوئی جھلک نظر آنے کے بجائے ہر چیز پر مغربیت کا تمغۂ امتیاز نظر آتا ہے۔ کاش کہ جس ذاتِ عالی صفات کی سیرت پر یہ سارا زبانی جمع خرچ کیا جاتا ہے اُس کے اُسوۂ حسنہ کو علم و عمل، اخلاق و کردار اور تہذیب و معاشرت کے دائرے میں عملی طور پر اپنانے کی بھی کسی بندۂ خدا کو توفیق ہو جائے۔

۸۔ سیرت طیبہ کے موضوع پر جو عوامی جلسے منعقد ہوتے ہیں ان میں اگرچہ مذکورہ بالا مفاسد کم ہوتے تھے لیکن اب ان جلسوں میں بھی یہ مفاسد بڑھتے جارہے ہیں۔ نمازوں کا نقصان، منتظمین اور مقررین کی غیر شرعی وضع و قطع، آرائش و زیبائش پر فضول اخراجات وغیرہ الخ جلسوں میں بھی اب نمایاں ہو رہے ہیں۔

۹۔ ان جلسوں میں کی جانے والی تقریروں کا انداز بھی اب ایسا ہو گیا ہے کہ ان سے سننے والوں کو عملی فائدہ حاصل ہونا مشکل ہوتا ہے۔ اکثر ان جلسوں میں فرقہ وارانہ بحثوں کو زیادہ اہمیت دی جاتی ہے اور ان بحثوں کے دوران مخالف فرقوں پر طعن و تشنیع بلکہ بعض اوقات دشنام طرازی بھی کی جاتی ہے، کبھی شخصیات کو موضوع بنا کر ان پر طنز و تعریض کے نشتر چلائے جاتے ہیں اور زیادہ تر توجہ اس طرف رہتی ہے کہ تقریر زیادہ سے زیادہ دلچسپ اور لچھے دار ہو لیکن سامعین کو کوئی عملی پیغام دینے کی طرف توجہ نہیں ہوتی۔ بلکہ بعض دو دو تین تین گھنٹے کی تقریروں کا تجزیہ کیا جائے تو سیرتِ طیبہ کا عنصر آٹے میں نمک سے زیادہ نہیں ہوتا۔

۱۰۔ قیامت بالائے قیامت یہ ہے کہ سیرت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک نام پر اب بڑے بڑے جلوس نکالے جاتے ہیں جن کے شور کے آگے مساجد کی اذانیں بھی پست ہو جاتی ہیں۔ مسجدیں خالی پڑی ہوتی ہیں اور سڑکوں پر ہنگامہ آرائی ہوتی ہے۔ جگہ جگہ خانہ کعبہ اور روضۂ مبارک کی شبیہیں بنائی جاتی ہیں اور ناواقف مرد اور عورتیں ان پر نذرانے پیش کرتے ہیں۔ منتیں مانتے ہیں۔ ان جاہلانہ رسموں کا نہ صرف یہ کہ دین سے کوئی تعلق نہیں بلکہ یہ تمام باتیں دین کو لہو و لعب کا ذریعہ بنانے کے مترادف ہیں اور ان سے پرہیز کرنا اور کرانا انتہائی ضروری ہے۔

۱۱۔ ماہِ ربیع الاوّل کے دوران ریڈیو اور ٹیلی ویژن پر خلافِ شریعت پروگرام نشر ہوتے رہتے ہیں۔ غضب بالائے غضب یہ کہ نوجوان عورتیں برہنہ سر غیر شرعی لباس میں ملبوس بزعمِ خود بڑے جذبۂ تقدس کے ساتھ حمد و نعت ترنم اور خوش گلوئی کے ساتھ سامنے کے سامنے بے محابا پیش کرتی ہیں اور بعض مرتبہ اس کے ساتھ ساز اور موسیقی کو بھی شامل کیا جاتا ہے حالانکہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے صریح احکامات ان کے گناہِ کبیرہ ہونے پر ناطق ہیں۔

۱۲۔ یہ بھی مشاہدے میں آرہا ہے کہ سڑکوں پر ایک طرف تو سیرت نبویؐ کے جلسے منعقد ہو رہے ہیں اور دوسری طرف گرد و پیش کے مکانوں اور دوکانوں پر ریڈیو اور ٹیپ ریکارڈروں کے ذریعے راگ راگنی کے مختلف فحش پروگرام بآوازِ بلند نشر کیے جارہے ہیں۔ یہ ہماری بے حسی نہیں تو اور کیا ہے۔

سیرتِ طیبہ کوئی مُشکل فلسفہ نہیں
ایک راہِ عمل ہے مگر اکثر سیرت
کی محافل میں محض لفاظی
اور نکتہ آفرینی کی جاتی ہے۔

یہ ہماری ان سنگین بدعنوانیوں میں سے چند ایک کی مختصر فہرست ہے جن کا ہم آج کل سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مقدس نام پر کھلے بندوں ارتکاب کر رہے ہیں۔ خدا کے لیے ہم اپنی جانوں پر رحم کر کے ان مفاسد کے سدِّ باب میں لگ جائیں ورنہ خدا جانے سیرت طیبہ کی یہ بے حرمتی ہمیں تباہی کے کس غار میں لے جائے گی۔

حقیقت یہ ہے کہ فی زمانہ ہمارے عام مسلمانوں کے عقائد و اعمال درست کرنے کے لیے کوئی ذریعہ ہی نہیں ہے، نہ تعلیم گاہوں میں کوئی خاص انتظام ہے اور نہ علماء کے وعظ و تلقین کا کوئی سلسلہ ہے، پھر دینی مطالبات پورے نہیں ہوتے تو پھر عوام جس روش پر بھی پڑ جائیں اُن کے لیے ہزاروں راستے گمراہی کے کھلے ہوتے ہیں۔

اس معاملے میں کچھ باتیں تو حکومت کے کرنے کی ہیں۔ حکومت اپنے اقتدار اور اختیارات سے منکرات، فواحشاتِ شرعیہ کو روک سکتی ہے اور سب سے زیادہ ذمہ داری علماء، صلحاء کی ہے۔ وہ ایسے طریقے تبلیغ و اصلاح کے اختیار کریں جو تقاضائے وقت کے لحاظ سے مؤثر ہوں اور بہی خواہانِ قوم و ملت مسلمانوں کی تمدنی و معاشرتی زندگی کی اصلاح کے لیے اپنی تقریروں اور تحریروں

سے کام لیں اور سیرت کانفرنسیں مسلمانوں میں نبی الرحمۃ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں کا احیاء کریں تاکہ مسلمانوں میں شعورِ دینی بیدار ہوتا رہے۔ اس میں شک نہیں کہ مسلمانوں کی بیداری کے لیے مختلف جماعتوں اور صحافت کے ذریعہ سے دین کی اشاعت کا کام ہو رہا ہے مگر وہ اس قدر محدود اور غیر مؤثر ہے کہ خاطر خواہ نفع نہیں معلوم ہوتا۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ اس دورِ حاضر کا سب سے خطرناک فتنہ نشر و اشاعت کے آلات ہیں۔ ریڈیو، ٹیلی ویژن کے حیا سوز و فحش لٹریچر کی اشاعت ملک و قوم کی اخلاقی و تمدنی زندگی برباد کر رہے ہیں، ان کا انسداد بہت اہم ہے۔

ہم دُعا کرتے ہیں کہ یا اللہ اپنے محبوب نبی الرحمۃ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت پر رحم فرمائیے۔ ہم لوگ جو اپنی نادانی اور بے علمی کی وجہ سے آزادانہ طور پر شعور و شعائرِ اسلام سے بیگانہ ہوتے چلے جا رہے ہیں اور ہم ... تہذیبِ حاضرہ کے دلکش معاشرے سے مغلوب ہو کر صراطِ مستقیم سے ہٹ کر مغضوبین اور ضالین کی سرحدیں قدم ڈال رہے ہیں۔

یا اللہ ہم کو محض اپنے فضل و کرم سے رشد و ہدایت عطا فرما کر پھر صراطِ مستقیم پر استقامت عطا فرمائیے اور ہم کو دنیا و آخرت کے خسارہ اور بربادی سے بچا لیجیے۔

مسلمانوں کے خواص و عوام میں جذبۂ ایمانی بیدار فرما دیجیے اور اصولِ اسلام پر کاربند ہونے کی توفیقِ راسخ عطا فرمائیے اور اشاعتِ دینِ متین کے لیے ذرائع و وسائل آسان اور مؤثر بنا دیجیے۔

ربنا لا تزغ قلوبنا بعد اذ هديتنا وهب لنا من لدنك رحمة انك انت الوهاب. اللهم انا نسئلك من خير ما سئلك نبيك محمد صلى الله عليه وسلم

حکومتی سطح پر منعقدہ سیرت

کانفرنسیں بڑے لوگوں کا

ایک اجتماع ہوتا ہے حالانکہ

سیرتِ طیبہ کا پیغام

سب مسلمانوں کے لیے عام ہے

زندگی

بے بندگی

شرمندگی

تنظیم اہلسنت کا اجلاس

امام اہلسنت حضرت علامہ مولانا عبدالستار صاحب تونسوی نے تنظیم اہل سنت پاکستان کی مجلس شوریٰ کا اجلاس مورخہ ۱۶ دسمبر ۱۹۸۵ء بروز ہفتہ بوقت ۱۱ بجے دن مرکزی دفتر ملتان میں طلب کیا ہے۔

مبلغین جماعت کا اجلاس نو بجے صبح ہوگا۔

مہتمم تنظیم اہلسنت پاکستان نواں شہر ملتان

مولانا اللہ وسایا کی نئی ذمہ داریاں

ملک بھر کی تمام مقامی مجالس اور جماعتی احباب کو اطلاع دی جاتی ہے کہ مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان کے مبلغ مولانا اللہ وسایا کو حضرت امیر مرکزیہ مرشد العلماء مولانا خواجہ خان محمد صاحب دامت برکاتہم کے حکم پر دفتر مرکزیہ ملتان میں طلب کر لیا گیا ہے اس لئے تمام جماعتی احباب اب مولانا اللہ وسایا کے تبلیغی جلسوں اور دیگر ضروریات کے لئے ان کے پروگرام کی بابت دفتر مرکزیہ مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان حضوری باغ روڈ ملتان سے خط و کتابت و مراجعت کریں۔

عزیز الرحمٰن ناظم اعلیٰ

مجلس تحفظ ختم نبوۃ پاکستان

حضوری باغ روڈ ملتان شہر

قسط ۱

مقاماتِ صحابہ رضوان اللہ علیہم

محمد عتیق الراشدی، شیخوپورہ

ہم جب بھی صحابہ کرامؓ کا لفظ پڑھتے ہیں یا کسی کی زبان سے سنتے ہیں تو فوراً ہی ہمارے تصورات میں دیارِ حبیبؐ کی مسجد نبوی کا وہ حسین منظر آ جاتا ہے جہاں ہم ماہتابِ رسالتؐ کے گرد اگرد چمکتے ہوئے ستاروں کی مانند سیدنا صدیق اکبرؓ، فاروق اعظمؓ، عثمان غنیؓ اور علی المرتضیٰؓ کے علاوہ اور بھی لاکھوں شاگردانِ رسولؐ کو حلقہ باندھے مؤدب دو زانو بیٹھا ہوا دیکھتے ہیں اور ہمارا ذہن فوراً اس عہدِ نبوت کی طرف لوٹ جاتا ہے جس مقدس عہد میں حضرت صدیق اکبرؓ کی ہدایت و صداقت کی شمع روشن ہوئی فاروقِ اعظمؓ کی جلالت و عدالت کا ڈنکا بجا۔ عثمانِ غنیؓ کی ریاضت و عبادت کا چشمہ پھوٹا اور علی المرتضیٰؓ کی سخاوت و شجاعت کا سورج طلوع ہوا۔ رضی اللہ تعالےٰ عنہم اجمعین۔

اور ہماری آنکھوں کے سامنے شہرِ محبوب کے ان دل کش اور ایمان افروز نظاروں کی تصویر آ جاتی ہے جس میں ہم اسلام کی عظمت، دین کی سربلندی، شریعت مصطفیٰؐ کی توقیر اور سنتِ رسولؐ کی آبرو پر اپنی جانیں قربان کرنے والوں میں محبت و پیار اور سلوک و اتفاق کے غیر فانی نقوش ابھرتے ہوئے دیکھ کر اپنے لئے دین و ایمان اور حق و ہدایت کی راہ تلاش کرتے ہیں اور پھر سید المرسلینؐ کے ان چار یاروں کے علاوہ ہمارے تصوّرات کی دنیا میں حضرت بلالؓ کی وہ زندہ حقیقت بھی سامنے آ جاتی ہے۔ جس میں ہم اس شمعِ محمدؐی کے پروانے کو تپتی ہوئی ریت پر لیٹ کر سینے پر گرم گرم پتھر رکھ کر اور جلّاد کے کوڑے کھا کر عشقِ رسولؐ کا امتحان دیتا دیکھتے ہیں اور پھر کامیاب ہونے کے بعد مسجد نبویؐ میں اس خطۂ ارضی پر اس کی پہلی اذان کی آواز فرش و عرش اور کون و مکان کی فضاؤں میں گونجتی سنتے ہیں۔

یہی وہ مقدس لوگ تھے جنہوں نے کسی دنیاوی طمع و لالچ یا دولت اکٹھی کرنے کے ارادے یا کسی نفسانی خواہشات کی بناء پر نہیں بلکہ محض خدا اور رسولؐ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے سب سے پہلے خدا و رسول اور توحید و رسالت پہ ایمان لاتے اور اپنے آباؤ اجداد کے دین کو چھوڑ کر اپنے خویش و اقارب سے جدا ہو کر دامنِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس مضبوطی سے پکڑا کہ کفارِ مکہ کے ظلم و ستم اور لات و عزیٰ کے پرستاروں کے جبر و تشدد بھی ان کے ہاتھوں سے اس دامنِ رحمت کو نہ چھڑا سکے۔ جب یہ ایک مسلّمہ حقیقت ہمارے سامنے ہے کہ صحابہ کرامؓ نے کسی طمع و لالچ یا خواہشاتِ نفسانی کی تکمیل کی خاطر نہیں بلکہ محض لوجہ اللہ اور بخشش و نجات کے لئے دین اسلام کو قبول کیا۔ تو پھر اس حقیقت کو بھی تسلیم کرنا پڑے گا کہ ایک شخص اگر

کسی دنیاوی لالچ یا دولت اکھٹی کرنے کے ارادے سے کسی کو مانتا ہے اور اس کی شان میں قصیدے پڑھتا ہے تو کسی دوسرے انسان سے زیادہ رقم اور دولت ملنے پر یہ لالچی انسان پہلے شخص کو چھوڑ دے گا مگر جو محض خلوص و ایثار، محبت و پیار سے کسی کے دامن کو پکڑتا ہے اور اس سے پیار کرتا ہے تو اس مخلص انسان کا اس شخص کو چھوڑنا غیر ممکن اور محال ہے اور چونکہ صحابہ کرامؓ بھی کسی طمع و لالچ کے لئے نہیں بلکہ محض اللہ و رسولؐ کی خوشنودی اور اپنی نجات کی خاطر ایمان لائے تھے اس لئے بعد میں ان کا اپنے دین سے پھر جانا بھی محال ہے۔

ایک انسان کو راہِ راست سے ہٹانے، اس کے پائے استقلال میں لغزش پیدا کرنے اور اس کے دین و ایمان کو برباد کرنے کے لئے خوف و ہراس، بھوک و پیاس، قتلِ اولاد کے خطرے کے ساتھ ساتھ مال و دولت کا لالچ اور جاگیر و عہدہ کا فریب اس دنیا میں انتہائی مصیبتیں ہو سکتی ہیں لیکن کون نہیں جانتا کہ اسلام کے ابتدائی دور میں اسلام لانے والوں پر کیا کیا ظلم و ستم ٹوٹے ان کی راہ میں کانٹے بچھائے گئے، گرم پتھر سینے پر رکھے گئے، ان کے سامنے ان کے بچوں کو قتل کیا گیا۔ بدر و حنین میں ان کو مٹانے کے لئے لشکر جمع کئے گئے۔ یہ تمام چیزیں ایک ایک کر کے ان کے سامنے آتی رہیں مگر ان کے پائے استقلال میں ذرہ برابر بھی لغزش نہ آ سکی اور نہ ہی راہ راست سے ان کے قدم ڈگمگائے۔ بلال حبشیؓ تپتی ہوئی ریت پر جلاد کے کوڑے کھانے کے بعد بھی احد احد کے نعرے لگاتے ہیں ؎

جفا جو عشق میں ہوتی ہے وہ جفا ہی نہیں
ستم نہ ہو تو محبت کا کچھ مزہ ہی نہیں

اور حضرت خبیبؓ پھانسی کے تختے پر چڑھ کر اور رسّہ گلے میں ڈلنے کے بعد بھی کفّار کے ایک سوال کے جواب میں کہتے ہیں کہ ــــ "ظالمو! تم کو میرے بدلے میرے محبوب کو پھانسی پر لٹکانا چاہتے ہو مگر میں تو اس کے پاؤں میں ایک کانٹے کی تکلیف بھی برداشت نہیں کر سکتا۔"

غرضیکہ یاران نبیؐ اور اصحابِ رسولؐ پر کفّار مکّہ نے طرح طرح کے مظالم ڈھائے مگر ان کے قدم پھر بھی حق و صداقت کی راہ سے نہ ڈگمگائے۔ تو پھر ایک انصاف پسند اور غیر متعصّب انسان آسانی سے یہ فیصلہ کر سکتا ہے کہ آخر وہ کیا چیز تھی جس کی خاطر اپنوں نے سب کچھ برداشت کیا مگر دین و ایمان کی دولت نہ جانے دی اور نہ ہی دامنِ مصطفٰےؐ کو چھوڑا۔

وہ چیز صرف اللہ و رسولؐ کی محبّت، دین و ایمان کی الفت، اور اپنی بخشش و نجات کی امید تھی اور وہ لوگ جنہوں نے براہ راست امام الانبیاء علیہ السلام سے تعلیم حاصل کی ہو اور مشعل نبوّت سے اپنے دلوں کو دین و ایمان کے نور سے منوّر کیا ہو اور چشمۂ رسالت سے اپنے دلوں کو کشتِ ویراں کو حق و ہدایت کے آبِ حیات سے سیراب کیا ہو اور برسوں محبوبِ خدا کی رفاقت و صحبت میں رہے ہوں اور فیضِ نبوّت سے فیضیاب ہوتے رہے ہوں اور جنہوں نے اپنی آنکھوں سے سید المرسلینؐ کے معجزات اور جبرئیلؑ امین کو وحی لے کر آتے دیکھا ہو۔ ایسے پاک لوگوں کے متعلق بد گمان کرنا اور یہ عقیدہ رکھنا کہ وہ ایمان میں کامل نہیں تھے اور وہ وصالِ مصطفٰےؐ کے بعد دین سے پھر گئے تھے کفر نہیں تو اور کیا ہے؟ اور یہ عقیدہ رکھنے والے شیعہ حضرات نہ صرف یہ کہ یارانِ نبی اور اصحاب رسولؐ کی توہین و گستاخی کرتے ہیں بلکہ دامنِ پیغمبر کو بھی داغدار کرتے ہیں۔ اس لئے کہ کسی استاذ کے سینکڑوں شاگرد، کسی پیر کے ہزاروں مرید اور کسی نبی کے لاکھوں امتی اپنے نبی کے وصال، پیر کی وفات، اپنے استاد کی موت کے بعد کافر، مرتد اور فاسق و فاجر ہو جائیں تو اس طرح اس استاد کا نالائق ہونا، اس پیر کا غیر کامل ہونا اور اس نبی کا بے اثر ہونا ثابت ہو گا۔ اور لوگ ایسے استاد، ایسے پیر اور ایسے نبی پر ہزاروں قسم کے اعتراضات کر کے ان کے مقدس دامن کو داغدار کرنے کی کوشش کر لیتے ہیں ــــ نعوذ باللہ من ذالک۔

بھلا وہ یارانِ نبی جو امن و جنگ، امید و ترنگ، گدائی و بادشاہی، سفر و حضر، رنج و راحت میں اور غار و مزار میں وفادار ساتھیوں، سرفروش غلاموں اور جاں نثار سپاہیوں کی طرح اپنے آقا و مولا کے ساتھ رہے ہوں اور اب بھی اور قیامت تک جانباز پہرہ داروں کی مانند روضۂ مصطفٰی صلی اللہ علیہ وسلم دائیں بائیں لیٹے ہوئے ہوں ان کے ایمان میں شک کرنا کفر نہیں تو اور کیا ہے؟

اس کائنات میں رہے گھر گھر خدا کی حمد

ــــ برگ یوسفی ــــ

قرطاس و فکر کار ہے محور خدا کی حمد
معراجِ خامہ ہے کہ ہو لب پر خدا کی حمد

وِردِ زبان و قلب ہو اکثر خدا کی حمد
اندر خدا کی حمد ہو، باہر خدا کی حمد

بانیِ بنائے لوح و قلم مہر و ماہ و نجم
اس کائنات میں رہے گھر گھر خدا کی حمد

صحرا و دریا کوہ و دمن دشت و گلستان
منبع خدا کی حمد ہو مصدر خدا کی حمد

لاریب پڑھ رہا ہے زبانِ خلوص سے
قطرہ خدا کی حمد سمندر خدا کی حمد

کیسے نہ کامیابیاں چومیں گی پھر قدم
جب ابتدائے کار ہو پڑھ کر خدا کی حمد

وہ سیپ ہو صدف سبھی پڑھتے ہیں روز و شب
سیم و زر و جواہر و گوہر خدا کی حمد

ماہ و نجوم کاہکشاں عرش و فرش سب
دن رات پڑھ رہے ہیں یہاں پر خدا کی حمد

پڑھتے ہیں اپنے اپنے طریقوں سے دہر میں
دَیر و حرم کنشت کہ مندر خدا کی حمد

اے برگؔ! یہ فکرِ شعر ہو یا سخن کی بات
ہو قلب و روح اور زباں پر خدا کی حمد

حضرت ظہیر احمد تاج — بنام — جنرل محمد ضیاء الحق

حضرت شیخ التفسیرؒ کے ایک شاگرد کا صدر پاکستان کے نام خط!

جناب ظہیر احمد تاج آف کراچی متعدد اصلاحی تبلیغی اور علمی کتابوں کے مصنف، پاکیزہ فکر شاعر اور امام الاولیاء حضرت شیخ التفسیر مولانا احمد علی لاہوریؒ کے فیض یافتہ ہیں۔ عمل پیہم کی خوانہیں اپنے عظیم المرتبت شیخ کی صحبت سے میسر آئی ہے۔ گذشتہ دنوں آپ مرکز رشد و ہدایت خانقاہ عالیہ شیرانوالہ میں تشریف لائے تو اپنا ایک خط ہمیں عنایت فرمایا جو انہوں نے صدر پاکستان کو اس وقت ارسال کیا تھا۔ جب صدر موصوف نے اپنے ایک بیان میں یہ افسوسناک اعتراف کیا تھا کہ وہ اسلامی نظام کے نفاذ میں اب تک ناکام رہے ہیں تاج صاحب کا یہ خط ایمانی جرأت و حمیت سے معمور ہے اسے ہم افادۂ قارئین کے لئے شامل اشاعت کر رہے ہیں

انصاری

اللہ الصمد

مکرم المقام جنرل محمد ضیاء الحق صاحب صدر پاکستان بالقابہ، دفتر پریذیڈنسی، راولپنڈی

السلام علیکم۔ اخبار جنگ کراچی اشاعت ۲؍جولائی ۸۵ء میں آپ کا انٹرویو پڑھا۔ جو آپ نے ماہنامہ عربیہ لندن کو ۲۵؍مئی کو اسلام آباد میں دیا تھا۔ اخبار کی شہ سرخی یہ ہے

"اسلامی حکومت کے قیام کا وعدہ پورا نہیں کر سکا"

"صدر ضیاء الحق"

یہ سرخی پڑھتے ہی مجھے ایک زبردست دھچکا لگا۔ یقیناً میری طرح دوسرے لاکھوں اہل ایمان کو آپ کے اس اعتراف سے دکھ ہوا ہوگا۔ سوال یہ ہے کیا اسلام اتنا مشکل اور ناقابل عمل ہے کہ آٹھ برسوں کی طویل جدوجہد کے باوجود اسلامی حکومت کا قیام ممکن نہیں ہو سکا۔ اور آپ کے بقول "اس وقت مثالی اسلامی ریاست کا کوئی نمونہ سامنے نہیں"۔

آپ نے ایسا پریشان کن اور خلافِ توقع بیان کیوں دیا؟ آپ نے اسلامی حکومت قائم کرنے کا وعدہ کس بنا پر کیا تھا؟ کیا اس وقت کوئی مثالی اسلامی ریاست موجود تھی جو بعد ازاں موہوم ہو گئی؟ بلاشبہ آپ کے اس بیان سے اسلام کا استحقاق مجروح ہوا ہے۔ آپ نے اپنی کوتاہیوں، کمزوریوں اور ملا ہنتوں کا اعتراف کرنے اور اہل علم کے تعاون سے حالات درست کرنے کی بجائے خود اسلام کو ناقابل عمل ٹھہرایا ہے اور نمونہ کے طور پر بھی کسی مثالی اسلامی ریاست کو ناپید قرار دیا ہے۔ اس سے اسلام کی تاریخی سیادت و عظمت اور قرآنی دستور کی عالمگیر بالادستی کی غیروں اور اپنوں میں سخت تخفیف ہوئی ہے وہ لوگ جو آپ کو مردِ مومن اور مردِ حق سمجھتے تھے انہیں آپ نے مایوسی اور صدمہ کا تحفہ دیا ہے۔

آپ کے اس اعتراف کے بعد صورتِ حال یہ ہے کہ گذشتہ آٹھ برسوں میں اور خصوصاً اب اللہ تعالٰی کے سخت تادیبی حکم ومن لم یحکم بما انزل اللہ فاولٰئک ھم الفاسقون ۝ ھم الکافرون ۝ ھم الظّٰلمون ۝ (سورہ مائدہ رکوع ۷) کے پیش نظر آپ پر ایفاءِ عہد کی بھاری ذمہ داری ہے۔ انّ العھد کان مسئولا۔ یقیناً مملکت بڑی آزمائش ہے۔ لیبلوکم فی ما اٰتٰکم انّ ربّک سریع الحساب ۝ ٦/١٦٦ دیکھنا یہ ہے کہ اگر اسلام کو نافذ نہیں کرتے تو اللہ تعالٰی کے مواخذہ اور عذاب سے بچنے کے لئے اور کوئی چارہ کار بھی تو نہیں۔ ومن یبتغ غیر الاسلام دینا فلن یقبل منہ وھو فی الاٰخرۃ من الخاسرین ۝ ٣/٨٥ آپ نے اسلام کو ٹکڑوں (IN PIECS MIAL) میں نافذ کرنے کی کوشش کی اور نہ ملنے والوں سے اصولوں (مثلاً زکوٰۃ عشر، حدود، سود، ثقافت وغیرہ کے بارے میں) پر سمجھوتہ کرتے رہے۔ اس کا نتیجہ یہی ہونا تھا جس کا آپ نے اعتراف کیا ہے حالانکہ یہ طرزِ عمل اسلام کے مزاج کے سخت برخلاف ہے افتؤمنون ببعض الکتاب وتکفرون ببعض فما جزاء من یفعل ذالک منکم الّا خزیٌ فی الحیٰوۃ الدنیا ویوم القیامۃ یردّون الٰی اَشَدِّ العذاب ٢/٨٥ — فما اصبرک علٰی ذٰلک۔

لاتقنطوا من رحمۃ اللہ

میرے مکرم! ابھی وقت ہے۔ اپنے خیالات سے رجوع کریں۔ ہر دور میں اللہ والے قرآن و اسوۂ حسنہ پر قائم حکومتوں (بشمول دورِ نبوتؐ و عہدِ خلفاءؓ) کو نمونہ کی مثالی اسلامی ریاستیں مانتے رہے ہیں۔ شروع میں آپ کے خیالات بھی یہی تھے۔ پھر عملاً اس سے انحراف اور بالآخر مایوسانہ اعتراف ناقابل فہم ہے

قابلِ غور

آپ کا یہ اعلان کہ میں اسلامی حکومت کے قیام کا وعدہ پورا نہیں کر سکا! آخر کیوں؟ آپ اور نہ کوئی اور شخص اہلِ پاکستان کو یہ الزام نہیں دے سکتے کہ انہوں نے سربراہانِ حکومت کا کہنا نہیں مانا۔ قوم نے ہر اچھے اور بُرے سربراہ کی اطاعت کی۔ بات کو مختصر کرتے ہوئے آپ اپنے آپ کو لیں۔ آپ فوج کے سربراہ تھے اور اب بھی۔ آپ نے مناسب سمجھا کہ قوم اور ملک کی سربراہی اختیار کریں۔ چنانچہ ۵؍جولائی ۷۷ء کو ریڈیو اور ٹی وی پر پوری مومنانہ شان سے اللہ تعالٰی کی حمد، رسول اللہؐ پر صلوٰۃ اور تلاوتِ آیات کے ساتھ اپنی سربراہی کا اعلان کیا اور خاص طور پر سود کو ختم کرنے کا اپنا اولین فریضہ قرار دیا۔ پوری قوم نے دل و جان سے سراہا۔ اس ناچیز نے خوش ہو کر مبارکباد کے تار اور خط خدمت میں بھیجے۔ جن کے شکریے کے جواب محفوظ ہیں۔ اس بارے میں آپ کے رفقاء نے آپ کا بھرپور ساتھ دیا۔ اور ان رفقاء کو آپ نے جہاں متعین کیا۔ انہوں نے نہایت خوش اسلوبی سے اپنے فرائض منصبی کو ادا کیا۔ اس دوران تبدیلیاں بھی ہوئیں لیکن اختلاف یا گلے شکوے کی کوئی بات سننے میں نہیں آئی۔ پبلک میں سے جن شخصیتوں کو آپ نے چُنا اور امورِ مملکت میں شامل کیا۔ انہوں نے دل و جان سے آپ کی اطاعت کی، اور مخلصانہ خدمات سرانجام دیں۔ آپ نے از خود ملک کا صدر بننا پسند کیا۔ قوم نے بخوشی قبول کیا۔ نظریاتی کونسل سے مجلس شوریٰ تک

شوریٰ سے بلدیاتی اور اسمبلیوں کے انتخابات تک پوری قوم آپ کی دی ہوئی لائن پر عمل کرتی رہی ہے اتنا اچھا ماحول اور اتنے اچھے عوامل تاریخی حیثیت رکھتے ہیں۔ اس پر مستزاد کہ آپ اوروں سے زیادہ دینی علوم کے شناسا، امورِ مملکت میں ماہر اور لوگوں کو مطمئن کرنے کا بڑا اچھا سلیقہ رکھتے ہیں۔ یعنی عالم، منتظم اور خوئے دلنواز سے متصف ہیں۔ پھر ایسی کیا مجبوری ہے کہ آپ نے ایفائے عہد نہ کر سکنے کا اعتراف اور اعلان کیا ہے؟ اس سے سخت تشویش ہے۔

ہر مومن اور مسلم پاکستانی کو جسے آپ شروع سے ساتھ لے کر چلے ہیں آپ سے اس اعتراف اور اعلان کی وجہ دریافت کرنے کا حق ہے۔ میری دانست میں اس کی درج ذیل وجوہ ہو سکتی ہیں:۔

۱- آپ تھک گئے ہیں اور یہ ذہنی تھکن ہے جو اس وجہ سے ہے کہ متوقع نتائج برآمد نہیں ہوئے دراصل نفاذ اسلام کی کوششوں میں بے حد تساہل اور چشم پوشی سے کام لیا گیا ہے جس سے نافرمانوں اور طاغوت پسند عناصر کا دباؤ بڑھ گیا ہے۔ ثقافت میں ڈھیل دی گئی جس سے تعیّش اور بے راہ روی کو فروغ ملا۔

۲- نفاذ اسلام اپنی جزئیات میں دعووں سے آگے نہیں بڑھا یعنی جرائم نہ ختم ہوئے اور نہ کم ہوئے مالیات میں سود بدستور ہے خصوصاً حکومت کے اداروں میں

۳- بیرونی ممالک کا مالیاتی اور تہذیبی دباؤ۔

تدارک

صحیح وجہ یا وجوہات تو وہی ہو سکتی ہیں جو آپ بتائیں گے لیکن لَا تَهِنُوا وَلَا تَحْزَنُوا۔ اس صورتِ حال کا تدارک ہونا چاہئے اس بحران کو حل کرنے کے لئے میں اپنی خدمات پیش کرتا ہوں۔ مجھے یقین ہے کہ میں اس بارے میں صحیح مشورہ دینے کی اہلیت رکھتا ہوں۔ اور طاقت ملنے پر نہایت خوش اسلوبی کے ساتھ نفاذ اسلام کر سکتا ہوں۔ انشاء اللہ تین سال کی مدت میں مفید نتائج سامنے آ جائیں گے۔ وباللہ التوفیق۔ ولہ الحمد فی الاولیٰ والاخرۃ ولہ الحکم والیہ ترجعون۔ والسلام

جواب باصواب کا منتظر
مخلص: ظہیر احمد تاج
مؤلف: آسان اسلامی آئین، مقام عدالت، عصر حاضر اور اسلام

کراچی ۱۴ر جولائی ۱۹۸۵ء

نوٹ: فوری حوالہ کے لئے تینوں کتابیں ارسال کی جا رہی ہیں۔

مگر اس مراسلے کا آج تک کوئی جواب موصول نہیں ہوا۔

دلی صدمہ

حضرت امام لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ مجاز حضرت خلیفہ غلام رسول صاحب ڈیرہ اسمٰعیل خاں والوں کے بھائی حافظ غلام محمد ۱۱/۸۵ کو قضائے الٰہی سے انتقال فرما گئے۔ اِنّا للہ و اِنا الیہ راجعون۔

ان کے انتقال پُر ملال سے ہمیں دلی صدمہ پہنچا ہے۔ ادارہ خدام الدین اس غم میں برابر کا شریک ہے۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کو کروٹ کروٹ جنت الفردوس نصیب فرمائے اور پسماندگان کو صبر کی توفیق بخشے۔ (ادارہ)

از قلم جناب عبدالمجیب، کراچی

شاید کہ اُتر جائے ترے دل میں میری بات

ڈاکٹر اسرار احمد اور بیعتِ سمع و طاعت

جنابِ ڈاکٹر اسرار احمد نے اپنی "تنظیم اسلامی" کو اپنے ہاتھ پر بیعتِ سمع و طاعت و ہجرت و جہاد پر قائم کر رکھا ہے۔ اب وہ اس مخصوص بیعت کی تائید و توثیق دیگر اصحاب سے بھی کرانا چاہتے ہیں جس کے لیے انہوں نے اپنی دوسری انجمن "خدام القرآن" کے سالانہ اجتماع (۲۳ تا ۲۸ر مارچ ۸۵ء) میں اسی خاص موضوع پر اظہارِ خیال کی دعوت دی ہے (ماہنامہ میثاق مارچ ۸۵ء)۔ اس کے ساتھ انہوں نے موضوع مذکورہ پر اپنے خیال کا خاکہ بھی پیش کر دیا۔ اس خاکے پر خاصی طویل گفتگو درکار ہے، لیکن تنگیٔ وقت کی بنا پر صرف چند نکات و اشارات پر اکتفا کرتا ہوں تاکہ ڈاکٹر صاحب غور و فکر کر سکیں۔

ڈاکٹر صاحب نے بحیثیت امیر تنظیم اسلامی اپنے ہاتھ پر بیعت سمع و طاعت و ہجرت و جہاد کے وجوب کو ثابت کرنے کے لیے مذکورہ خاکے میں جو کچھ کہا ہے اس کا خلاصہ کم و بیش انہیں کے الفاظ میں یہ بنتا ہے:۔

۱- عہدِ حاضر میں جہادِ بالید کی موزوں ترین صورت فواحش و منکرات کے خلاف پُر امن مظاہرے ہیں، لیکن اس میں نوبت قتال یعنی جہاد بالسیف تک بھی آ سکتی ہے۔ اس کے لیے سمع و طاعت کے ٹھیٹھ اسلامی اور عسکری اصول پر مبنی جماعت ضروری ہے اور یہی مُراد ہے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث سے کہ:

'میں تمہیں پانچ چیزوں کا حکم دیتا ہوں: الجماعہ سے منسلک رہنے کا، امیر کے حکم سننے کا' اس کی اطاعت کرنے کا، ہجرت کا اور جہاد فی سبیل اللہ کا۔" (احمد و ترمذی)

لہٰذا بیعت سمع و طاعت پر ایک جماعت کا قیام لازمی ہے اور اس کا لزوم اس حدیث سے بھی ثابت ہے جس میں فرمایا گیا ہے کہ:

'جو شخص اس حال میں مر گیا کہ اس کی گردن امیر المسلمین کی بیعت کے قلادے سے خالی ہو تو اس کی موت جاہلیت (کفر) کی موت ہوگی۔" (مسلم۔ کتاب الامارۃ)

۲- پاکستان میں اِس وقت دو ہی صورتیں ممکن ہیں:

i- اگر کم از کم معیار پر اسلامی نظامِ حکومت قائم ہے تو اُس کے سربراہ سے بیعت سمع و طاعت و ہجرت و جہاد ہوگی — اور

ii- چونکہ ایسا نہیں ہے تو اسلامی حکومت کے قیام کے لیے جدّ و جہد کرنے والی جماعت (یعنی تنظیم اسلامی) کے امیر کے ہاتھ پر وہ بیعت سمع و طاعت و ہجرت و جہاد ہوگی۔ اس کے علاوہ کوئی اور صورت ممکن نہیں۔

یہ ہے وہ خاکہ بیعت جسے ڈاکٹر اسرار صاحب مبالغہ آمیز اور مغالطہ آمیز تصورات و دلائل کے ساتھ پیش کر رہے ہیں تاکہ وہ لوگوں سے اپنا حق بیعت منوا سکیں۔ وہ ایک غلط مفروضے پر ایک غلط دعویٰ کر رہے ہیں اور پاکستانی ریاست کے اندر اپنی ایک متوازی

ریاست قائم کرنے کی غلط کوشش کر رہے ہیں۔ ڈاکٹر صاحب آجکل انتہائی خطرناک و خوفناک راستے پر گامزن ہیں جہاں تصادم ناگزیر ہے اور جس کو وہ صرف جہاد و قتال کہہ رہے ہیں، مگر ہے دراصل وہ جہاد بین المسلمین، قتال بین المسلمین اور فساد بین المسلمین۔ یہ راہ سلامتی و شریعت کی نہیں، فتنہ و ہلاکت کی راہ ہے۔ اللہ تعالیٰ انہیں توفیق دے کہ وہ اس راہ سے پلٹ آئیں اور مندرجہ ذیل اصولی نکات و اشارات کی روشنی میں اپنے موقفِ بیعت سے رجوع کر لیں۔

۱۔ دستوری اور آئینی اعتبار سے پاکستان ایک دارالاسلام (اسلامی ریاست) ہے اور اس کا موجودہ سربراہ نہ صرف مسلمان ہے بلکہ وہ فرائضِ اسلامی کا پابند بھی ہے۔ لہٰذا پاکستانی ہیئتِ اجتماعیہ کے لیے بیعتِ سمع و طاعت و ہجرت و جہاد صرف اسی کے حق میں ہو سکتی ہے اور یہ بیعتِ عام دسمبر ۸۴ء میں شوریٰ عام (ریفرینڈم) کے ذریعہ اُس کے حق میں ہو بھی چکی ہے۔ اسلامی مملکت پاکستان کے سربراہ کے سوائے کوئی بھی دینی تنظیم کا امیر اس بات کا مجاز نہیں کہ وہ بیعت سمع و طاعت و ہجرت و جہاد لے سکے۔ البتہ دینی تنظیمیں اپنے اپنے حلقۂ ارادت میں دیگر اقسامِ بیعت اختیار کر سکتی ہیں مثلاً بیعتِ سلوک و ارشاد، بیعتِ دعوتِ دین، بیعتِ رجوع الی القرآن یا بیعت دعوت الی الحق وغیرہ اور ایسی ہر بیعت ایک طرح سے اللہ کے حضور تجدید عہد کے مترادف ہو گی۔ بیعتِ سمع و طاعت و ہجرت و جہاد تو مخصوص ہے صرف الجماعہ کے امیر کے لیے۔

۲۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی جن احادیث میں امیر یا امام اور سمع و طاعت کا ذکر ہے، ان سب احادیث مبارکہ کا تعلق دارالاسلام (اسلامی ریاست) کے نظام اجتماعی اور اس کی امارت و خلافت سے ہے مثلاً صحیح مسلم کی "کتاب الامارۃ" کے ذیل میں جمع شدہ تمام احادیث صرف اور صرف امارت بمعنی خلافت پر ہی دلالت کرتی ہیں۔ لہٰذا الجماعہ سے متعلق ان احادیث کو پاکستانی "تنظیم اسلامی" اور اس کے امیر پر چسپاں کرنا، جیسا کہ ڈاکٹر اسرار صاحب نے اپنے مذکورہ بالا خاکے میں کیا ہے صریح ظلم اور زیادتی ہے۔ یہ طریقِ استنباط و انطباق کسی بھی معقول آدمی کو ہرگز زیب نہیں دیتا۔

۳۔ اسلامی مملکت میں عامۃ المسلمین کی جانب سے بیعت سمع و طاعت و ہجرت و جہاد کا حق دار امیر صرف اور صرف ایک ہی ہو گا، اس لیے کہ ایک سے زاید امیر ہونے کی صورت میں انتشار و افتراق، فتنہ و فساد اور خون خرابہ یقینی ہو گا لہٰذا وحدتِ امارت عقل کا تقاضا بھی ہے اور اجماع علماء بھی۔ اجماع علماء کی بنیاد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیثِ مبارکہ ہے:

"اگر خلافت کی بیعت (یعنی بیعت سمع و طاعت و ہجرت و جہاد) دو آدمیوں کے ہاتھوں پر کر لی جائے تو بعد والے شخص کو قتل کر دو"۔

(مسلم ۔ کتاب الامارۃ)

۴۔ علمائے کرام کا ایک اور اجماع بھی اہمیّت کا حامل ہے اور وہ یہ کہ دارالاسلام کا امیر یا امام یا خلیفہ اگر فسق کا بھی ارتکاب کرے تو بھی اس کے خلاف بغاوت یا جہاد حرام ہے (بحوالہ شرح مسلم، کتاب الامارۃ ۔ امام نووی)۔ منصبِ امارۃ یا خلافت کا استحقاق صرف اس صورت میں ختم ہو جاتا ہے جب امیر یا خلیفہ کفر بواح یعنی کھلے ہوئے کفر کا مرتکب ہو۔ (بحوالہ بخاری — کتاب الفتن) اور کفر بواح کی ایک شکل ترکِ نماز ہے۔ (بحوالہ مسلم ۔ کتاب الامارۃ) ان واضح احکام کی حکمت بیان کرتے ہوئے امام نووی فرماتے ہیں کہ:۔

"اہل سنّت کا اس بات پر اجماع ہے کہ حکمران فسق کی بنا پر معزول نہیں ہو جاتا۔ اس معزول نہ ہو جانے اور ایسے حکمران کے خلاف بغاوت کے حرام ہونے کی وجہ وہ فتنہ و فساد، خون خرابہ اور باہمی کشمکش ہے جو بغاوت کے نتیجہ میں برپا ہوتی ہے اور اس کے معزول کر دینے کی جدوجہد کے نتیجے میں پیدا ہونے والی خرابی اس کے حکمران باقی رہنے کی خرابی سے بھی بڑھ جاتی ہے"۔

(شرح مسلم، کتاب الامارۃ ۔ امام نوویؒ)

اس اہم اور اصولی نکتے سے یہ بات اچھی طرح واضح ہو جاتی ہے کہ اگر کبھی امیر کی تبدیلی ضروری ہو جائے تو اس صورت میں بھی ڈاکٹر اسرار صاحب کے نسخۂ جہاد بالید اور جہاد بالسیف کی بجائے رائج الوقت انتخابات اور ووٹوں کے ذریعہ اس امیر یا خلیفہ کو معزول کرنا شریعت کی رو سے بھی ایک احسن طریقہ کار ہو گا۔

۵۔ بیعتِ سمع و طاعت و ہجرت و جہاد کے شرعی مسئلہ میں اہم ترین بات یہ ہے کہ جو شخص ایسی بیعتِ امیر سے خروج کرے گا وہ اسلام سے خارج ہو گا، جاہلیت (کفر) کی موت مرے گا اور جہنمی ہو گا۔ مثال کے طور پر درج ذیل چند احادیثِ نبویؐ صلی اللہ علیہ وسلم پیش کی جاتی ہیں جس سے خصوصی بیعت یعنی بیعتِ سمع و طاعت کی حقیقی اور منفرد نوعیت معلوم ہو جاتی ہے:

(الف) جس شخص کو امیر کی کوئی بات ناگوار گذرے تو صبر کرے، کیونکہ جو شخص سلطان سے ایک بالشت بھی علیحدہ ہُوا اُس کی موت جاہلیت (کفر) کی موت ہو گی۔

(بخاری ۔ کتاب الفتن)

(ب) تمہیں امیر کے احکام سننا اور ماننا چاہیئے، حتیٰ کہ اگر تمہاری پیٹھ زخمی کر دی جائے اور تمہارا مال چھین لیا جائے تو بھی سمع و طاعت کرتے رہنا۔

(مسلم ۔ کتاب الامارۃ)

(ج) جو شخص الجماعہ سے بالشت بھر بھی الگ ہو اس نے اپنی گردن سے اسلام کا حلقہ نکال پھینکا۔

(مشکوٰۃ بحوالہ ترمذی)

(د) اللہ کا ہاتھ الجماعۃ پر ہوتا ہے، جو اس سے پھرا وہ جہنم کی طرف پھرا۔ (ترمذی)

ان احادیثِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ حقیقت بالکل عیاں ہو جاتی ہے کہ بیعتِ سمع و طاعت و ہجرت و جہاد کا اطلاق صرف اور صرف اسلامی ریاست کے امیر اور اسلامی ریاست کی الجماعۃ پر ہوتا ہے۔ بیعت سمع و طاعت در حقیقت وہ "البیعت" ہے جو امیر مملکتِ اسلامیہ کے سوائے کسی اور شخص کے لیے سرے سے جائز ہی نہیں۔ اس معیار پر دیکھا جائے تو ڈاکٹر اسرار احمد صاحب، امیر تنظیم اسلامی پاکستان کے ہاتھ پر بیعتِ سمع و طاعت و ہجرت و جہاد قطعی کالعدم اور باطل قرار پاتی ہے۔ آج کل تنظیم اسلامی کے علاوہ دیگر کئی اسلامی تنظیمیں موجود ہیں مثلاً حزب اللہ، جماعت اسلامی، تبلیغی جماعت، انصار المسلمین جمعیتہ علماء اسلام، سواد اعظم اہلسنت جمعیۃ العلماء اور جماعت المسلمین وغیرہ۔ اب اگر ایک شخص ڈاکٹر صاحب کی "تنظیم اسلامی" سے نکل کر کسی دوسری اسلامی تنظیم میں شمولیت اختیار کر لیتا ہے تو کیا تنظیم اسلامی سے اخراج کی بنا پر وہ شخص اسلام سے خارج ہو جائے گا اور جاہلیت (کفر) کی موت مرے گا اور بالآخر جہنمی قرار دیا جائے گا؟ ہرگز نہیں۔ اسی طرح اگر کوئی مسلمان مذکورہ دینی اداروں میں سے کسی کی بھی رکنیت اختیار نہیں کرتا تو کیا وہ بھی اسلام سے خارج ہو جائے گا اور جاہلیت کی موت مر کر جہنمی ہو گا؟۔ اس کا جواب بھی نفی میں ہے۔

ان حقائق کی روشنی میں مدعی بیعت جناب ڈاکٹر اسرار احمد کی بیعتِ سمع و طاعت و ہجرت و جہاد کی حقیقت بالکل آشکارا ہو جاتی ہے۔ ڈاکٹر صاحب کو چاہیئے کہ وہ اپنے اس بے بنیاد دعوے سے دست بردار ہو جائیں اور اپنا ذاتی سلسلۂ بیعتِ سمع و طاعت و ہجرت و جہاد ختم کر دیں اس لیے کہ وہ اس کے نہ مکلف ہیں اور نہ مجاز۔ تاہم وہ اپنی تنظیم کو جیسا کہ اوپر عرض کیا جا چکا ہے، تجدیدِ عہد اسلامی کی بنیاد پر استوار کر سکتے ہیں اور تنظیم کے لوگ چاہیں تو اپنے تنظیمی امیر کے ہاتھ پ[illegible]

پیکرِ علم و معرفت، مجسمہ صدق و اخلاص، نمونۂ اسلاف

حضرت مولانا عبدالرؤف درخواستیؒ وفات پاگئے

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن

قحط الرجال کا دور ہے۔ اہل اللہ، اہل علم و معرفت شخصیات کا وجود ناپید ہوتا جا رہا ہے ہر طرف سے اپنی برگزیدہ شخصیات کی رحلت کی خبروں کا غم اور ان پر اشکبار آنکھوں کے آنسو ختم نہیں ہوتے کہ پھر ایسی جانکاہ خبر آپہنچتی ہے۔ اب اطلاع آئی ہے کہ شیخ الاسلام حافظ الحدیث والقرآن حضرت درخواستی دامت برکاتہم کے داماد شیخ الحدیث حضرت شفیق الرحمٰن درخواستی کے والد ماجد عالم باعمل پیکر علم و معرفت مجسمہ صدق و صفا نمونہ اسلاف حضرت مولانا عبدالرؤف صاحب درخواستی رحمۃ اللہ علیہ ۹ نومبر ۱۹۸۵ء دل کا دورہ پڑنے سے وفات پا گئے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔

مولانا مرحوم کی قطب الاقطاب حضرت خلیفہ غلام محمد صاحب دینپوری قدس سرہ العزیز سے روحانی نسبت تھی۔ حضرت درخواستی صاحب دامت برکاتہم کے ساتھ نسبت تلمذ بھی تھی مولانا مرحوم قابل مدرس و استاذ نہایت ہی متواضع اور سادہ منش عالم دین تھے۔ مولانا کے اخلاص کی برکت ہے کہ ان کے چاروں صاحبزادے شیخ الحدیث مولانا شفیق الرحمٰن صاحب درخواستی، مولانا مفتی حبیب الرحمٰن درخواستی، مولانا سیف الرحمٰن صاحب درخواستی و مولانا انیس الرحمان صاحب درخواستی عالم اور قابل ترین مدرس، خدمت قرآن و حدیث میں مصروف ہیں۔

مولانا مرحوم کی صاحبزادیاں بھی علم دین سے پوری واقفیت رکھنے والی ہیں۔ ایک صاحبزادی بھی تدریس قرآن فرما رہی ہیں۔ مولانا کی وفات سے پورا علاقہ بالعموم اور بستی درخواست کا ماحول بالخصوص ان کی علمی خدمات سے محروم ہو گیا ہے۔

ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالےٰ مولانا مرحوم کو اپنے جوارِ رحمت میں جگہ عطا فرمائیں، پسماندگان کو صبر جمیل کی توفیق عطا فرمائیں آمین ثم آمین!

محمد منظور الحق رحمانی مرکزی مبلغ
جمعیۃ علماء اسلام چوک رنگ محل لاہور

بقیہ : طبی مشورے

شہد حل کر کے پئیں۔ دوپہر کے کھانے کے درمیان ایک چمچی روغن زیتون (ساختہ اٹلی) پیا کریں۔ صبح و شام کھانے کے بعد ۶ ماشہ سونف چبا کر کھائیں۔ نیز صبح و شام ۴ ماشہ دوا المسک معتدل کھائیں یا جوارش فرحت ہم سے منگوا کر استعمال کریں۔ انشاء اللہ صحت ہو گی۔

عبدالشکور بلوچ، سندھ

جواب طلب امور کے لئے جوابی لفافہ بھیجیں اور اپنا پورا پتہ تحریر کریں۔

مطبوعاتِ جدیدہ

تنقید و تبصرہ

تعارف و تبصرہ کیلئے مطبوعات کی دو جلدیں دفتر میں ارسال کرنا ضروری ہیں۔ (ادارہ)

نام کتاب : خطباتِ قاسمی
مؤلف : مولانا محمد ضیاء القاسمی
قیمت : -/۵۱ روپے جلد اول
قیمت : -/۵۷ روپے جلد دوم
ملنے کے پتے : (۱) ناظم مکتبہ قاسمیہ اے بلاک غلام محمد آباد فیصل آباد
۲۔ مکتبہ قاسمیہ ۱۷۔ اردو بازار لاہور

زیر نظر کتاب "خطبات قاسمی" جو خطیب العصر حضرت مولانا محمد ضیاء القاسمی مدظلہ، کے خطبات جمعہ کا مجموعہ ہے وہ جلدوں کے ساتھ ساتھ خوبصورت کتابت، اعلیٰ کاغذ اور نفیس طباعت سے آراستہ ہے۔

حضرت مولانا محمد ضیاء القاسمی کی شخصیت محتاج تعارف نہیں۔ انہوں نے کتاب و سنت کی تعلیمات اور مسلک حقہ اہلسنت والجماعت کی اشاعت اور افکار باطلہ کی تردید کے لئے جو قربانیاں دی ہیں اور جو صعوبتیں برداشت کی ہیں وہ کسی سے مخفی نہیں۔

مولانا موصوف کی زبان کا جادو دشمنانِ حق کے سر چڑھ کر بولتا ہے الفاظ ہاتھ باندھ کر ان کے سامنے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ دورانِ خطابت نہ صرف یہ کہ موضوع سخن پوری طرح ان کی گرفت میں ہوتا ہے بلکہ وہ اپنے جداگانہ اور دلکش انداز کی وجہ سے ممتاز خطباء اور مقررین کی توجہ کا مرکز بن جاتے ہیں اور اکثر مقررین نے ان کا انداز اپنا کر ایک منفرد اور ممتاز مقام حاصل کیا ہے۔

حضرت مولانا محمد ضیاء القاسمی کی تقریروں سے جہاں سینکڑوں گم گشتہ راہ انسانوں کو ہدایت کی روشنی نصیب ہوتی ہے وہاں ہزاروں لوگوں کے عقائد بھی صحیح ہوئے ہیں بقول علامہ اقبال کہ " دنیا میں سب سے مشکل کام کسی انسان کو غلط عقیدہ سے ہٹا کر صحیح راہ پر لانا ہے"۔ مولانا موصوف نے اسی مشکل اور اہم کام کا بیڑا اٹھایا ہوا ہے۔ اللہ تعالےٰ ان کی زندگی میں برکت دے اور ان کے فیض سے چہار دانگ عالم کو منور فرمائے آمین! ثم آمین!!

مولانا موصوف نے خطبات قاسمی ترتیب دے کر جہاں بہت سارے لوگوں کی دعائیں لی ہیں وہاں خطباء کرام پر بہت بڑا احسان کرتے ہوئے ان کی مشکل کو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے حل فرما دیا ہے۔ ہر جمعہ پر نئی تقریر کرنا یقیناً ہر خطیب کے لئے مشکل اور پریشان کن مسئلہ ہوتا ہے۔ جو خطیب محنت شاقہ سے کام لے کر اپنے خطبات جمعہ کی تیاری کرتے ہیں ان کے ہاں جمعۃ المبارک کے اجتماعات میں برکت دیکھی جا سکتی ہے۔ ملک بھر میں جن جگہوں پر جمعۃ المبارک کے بڑے بڑے اجتماعات منعقد ہوتے اور

لوگ اپنی علمی پیاس بجھاتے ہیں ان میں مولانا موصوف کے ہاں جمعۃ المبارک کا اجتماع سرفہرست ہے۔ حضرت مولانا ضیاء القاسمی نے اپنی پچیس سالہ محنت کے دوران علم و خطابت کا جو عظیم سرمایہ جمع کیا اُسے انہوں نے "خطبات قاسمی" میں سمو دیا ہے۔

مولانا موصوف بڑی عرق ریزی اور محنت سے اپنے خطبہ جمعہ کی تیاری کرتے ہیں۔ اس کے لئے راتوں کو جاگنا اور بے آرام ہونا پڑتا ہے خدا کا شکر ہے کہ مولانا موصوف کی محنت بارگاہِ ایزدی میں مقبول و منظور ہوئی اور خطبات قاسمی کی صورت میں ہمیں مستفید ہونے کا موقع ملا۔

زیر نظر کتاب باون ۵۲ مختلف موضوعات جمعہ پر مشتمل ہے۔ ہر اسلامی مہینے کی مناسبت اور خصوصیت کے اعتبار سے موضوعات کا انتخاب کیا گیا ہے۔ تاکہ خطبہ جمعہ کی تیاری کرتے وقت ایک خطیب کو موقع کی مناسبت سے موضوع کے انتخاب میں دِقت پیش نہ آئے۔ مولانا موصوف نے درج ذیل موضوعات کو منتخب فرمایا ہے۔ انہیں دیکھتے سے ہی سارا معاملہ سمجھ میں آ جاتا ہے۔

موضوعات جلد اوّل :—

شہادت فاروق اعظمؓ، شہادت حسینؓ ابن علیؓ، شہادت سید الشہداء حمزہؓ، سیدہ فاطمۃ الزہراؓ کی شادی، ہجرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، ہجرت مدینہ، اسلام کے تین شہید، فضائل جمعہ، دعائے خلیل اور دعائے مسیحا، ولادت رسولؐ سب نبیوں کا نبی، سراجاً منیرا، حسن و جمال کا پیکر نبی، ساقی کوثر (صلی اللہ علیہ وسلم)، سب سے اونچا نبیؐ۔ وفات رسولؐ، انبیاء کی مشترکہ دعوت، مسئلہ توحید، عظمت انسان، موافقات عمرؓ، مشرکین مکہ کو حضورؐ سے لا الٰہ میں اختلاف تھا۔ صلو علیہ وسلمو تسلیما، سیدنا بلالؓ، بشریت النبیؐ، سیدنا امیر معاویہؓ، اہمیت نماز۔

موضوعات جلد دوم :—

زکوٰۃ، معراج النبیؐ، معراجِ مصطفیٰؐ، صحابہؓ کی ہجرت حبشہ، قرآن کی انقلابی تاثیر، فضائل شب برأت، فضائل رمضان، عظمت سیّدہ عائشہ صدیقہؓ، غزوۂ بدر، سیّدنا علیؓ اور ان کی شہادت، سیرت سیدہ خدیجہ طاہرہؓ، فتح مکہ، لیلۃ القدر عیدالفطر، شہدائے اُحد اور غزوۂ احد، ختم نبوّت، عیسیٰ ابن مریمؑ، نزول مسیحؑ، حقوق والدین، توبہ کا دروازہ ہر وقت کھلا رہتا ہے، بیعت رضوان، زبان پر کنٹرول کرنا اور سچ بولنا بہت بڑی عبادت ہے، ایمان اور اعمال صالح، قربانی کی اہمیت، حقیقتِ حج بیت اللہ، حضرت اسماعیلؑ کی عظیم الشان قربانی، سیدنا ابراہیم علیہ السلام، شہادت عثمان غنیؓ

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ مولانا موصوف کی اسی محنت کو قبول فرما۔ کہ اسے محبوبیت اور مقبولیتِ عامۃ الناس سے نوازے اور پوری دنیا کے لئے نفع اور ہدایت کا ذریعہ بنائے۔ آمین!

خطباء، علماء کو بالخصوص اور طلباء اور علم دوست احباب کو بالعموم اس کا مطالعہ یقیناً بہت فائدہ دے گا — مولانا موصوف نے اپنے خطبات کو اس طرح ترتیب دیا ہے کہ جہاں قاری کے علم میں بے پناہ اضافہ ہوتا ہے وہاں اگر وہ اسے سکون اور توجہ سے پڑھنے کے بعد اپنے ذہن میں دہرائے تو بہترین مقرر بھی بن سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں سب کو اس خزانے سے مستفید ہونے کی توفیق دے۔ (آمین)

طبّی مشورے

براہِ راست جواب کے خواہش مند حضرات جوابی لفافہ ضرور بھیجیں۔

حکیم آزاد شیرازی اندرون شیرانوالہ گیٹ لاہور

دائمی قبض - جلن

س : میری عمر ساٹھ سال کے قریب ہے۔ دائمی قبض کا مریض ہوں۔ بھوک بھی نہیں لگتی۔ میں نے بی کمپلیکس وٹامن بہت کھایا ہے۔ اس سے مجھے کھانا بھی ہضم ہو جاتا تھا اور قبض بھی نہیں رہتا تھا۔ نیز پیشاب بہت کم آتا تھا اور گہرے زرد رنگ کا ہوتا تھا۔ اب تین ماہ سے پیشاب میں شدید جلن ہے۔ قبض بھی ہے۔ بہت سے دیسی دواخانوں کی دوائیں بھی کھائیں۔ ٹھنڈی دوائیں موافق نہیں۔ اس کے استعمال سے نزلہ، زکام، کھانسی ہونے لگتے ہیں۔ براہِ کرم ایسا نسخہ تجویز کریں جس سے کھانا بھی ہضم ہو، بھوک بھی لگے۔

(ریاض احمد قادری، لیہ)

ج : مندرجہ ذیل آسان اور مفید نسخہ بنا کر استعمال کریں۔

پوست ہلیلہ زرد ۵ تولہ، پوست ہلیلہ کابلی ۵ تولہ، پوست بہیڑہ ۵ تولہ آملہ مقشر ۵ تولہ۔ برگ سنا مکی ۳ تولہ، انیسون ۳ تولہ گل سرخ ۵ تولہ، نمک سیاہ ۳ تولہ۔

تمام دوائیں پیس کر ملا لیں۔ دو ماشے صبح، دو ماشے دوپہر دو ماشے شام کھانے کے بعد پانی سے کھایا کریں۔ مرچ مسالہ کم کھائیں دن بھر میں چار پانچ گلاس نیم گرم پانی ضرور پئیں۔ انشاء اللہ صحت ہوگی۔

گلے کی خرابی

س : بندہ عرصہ تین چار سال سے گلے کی تکلیف میں مبتلا ہے حلق میں نزلہ گرتا رہتا ہے۔ گلے میں خراش ہوتی ہے۔ ٹھنڈا پانی یا تیز گرم چائے سے تکلیف بہت بڑھ جاتی ہے۔ گلے کے عین وسط میں درد ہوتا ہے۔ کراچی اور لاہور کے مشہور دیسی دواخانوں اور انگریزی دواؤں کا بکثرت استعمال کیا ہے کوئی فائدہ نہیں ہوا۔ براہِ کرم کوئی مؤثر دوائی تجویز کریں۔

(قاضی شمس الدین جادہ جہلم)

ج : آپ روزانہ صبح برگ شہتوت پانی میں جوش دے کر اس کے غرغرے اور رات سوتے وقت گودہ املتاس پانی میں حل کر کے اس کے غرغرے کریں۔ نیز صبح و شام لعوق خیار شنبر ۱ تولہ استعمال کریں۔

دل کا درد

س : آج سے تین سال پہلے میرے دل کے اوپر درد ہوا تھا جو کبھی ایک جگہ ہوتا ہے کبھی ارد گرد پھیل جاتا ہے۔ بہت علاج کرایا کوئی افاقہ نہیں ہوا۔ اب ڈاکٹری علاج کرانے کی طاقت نہیں رہی۔ سردیوں میں تکلیف بڑھ جاتی ہے۔ نیز نزلہ ہر ہفتے بعد شروع ہو جاتا ہے۔ پیٹ میں بھی گڑ بڑ رہتی ہے، قبض رہتی ہے۔ سر بھاری رہتا ہے براہِ کرم کوئی مفید علاج بتائیں؟

(فضل احمد بھٹی پوسٹ بکس ۹ مری)

ج - آپ روزانہ صبح سویرے ایک کپ گرم پانی میں ایک چمچہ

(باقی ۲۲ پر)

بقیہ: شائد کہ اُتر جائے۔

ہاتھ پر خود کسی دوسری قسم کی بیعت کر سکتے ہیں، مثلاً بیعت سلوک وارشاد، بیعت رجوع الی القرآن یا بیعتِ دعوتِ الی الحق وغیرہ۔

۶۔ ان مختصر اشارات کے ضمن میں ایک اور اہم نکتہ قابلِ توجہ ہے اور وہ یہ کہ نبی تو اپنی نبوت کا باقاعدہ اعلان کرتا ہے مگر کوئی داعیٔ دین نہ تو اپنے مقام و منصب کا اعلان کرتا پھرتا ہے اور نہ ہی وہ لوگوں سے اپنی اتباع کرنے کا مطالبہ کرتا رہتا ہے۔ لوگ خود ہی کسی داعی دین کو پہچان لیتے ہیں اور اس کے گرد جمع ہو جاتے ہیں۔ لہٰذا ڈاکٹر اسرار صاحب کو چاہیئے کہ وہ اپنی موجودہ روش پر نظر ثانی فرمائیں اور آئندہ احتیاط برتتے ہوئے ہر وہ قول اور فعل ترک فرما دیں جس میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم یا اُن کی نبوت سے ذرّہ برابر بھی کوئی مماثلت یا مشابہت پائی جاتی ہو۔

مدرسہ عربیّہ دارالعُلوم مدنیہ رجسٹرڈ کوٹ ادّو ضلع مظفر گڑھ

تعارف

۱۔ اس کی بنیاد شیخ الاسلام شیخ التفسیر حافظ الحدیث حضرت مولانا محمّد عبد اللہ صاحب درخواستی مدظلہٗ نے رکھی۔

۲۔ قرآن مجید حفظ و ناظرہ کے علاوہ درس نظامی کے طلباء کی کثیر تعداد تجربہ کار اساتذہ اور منتظمین کی زیر نگرانی تعلیم حاصل کر رہی ہے۔

۳۔ مسافر طلباء کی رہائش، خوراک، کتب، علاج معالجہ کا انتظام مدرسہ کی طرف سے ہوتا ہے۔

عرصہ سترہ سال سے مدرسہ تعلیمی و تدریسی تبلیغی کام میں مصروف ہے۔ ضلع اور بیرون جات سے آنے والے فتاویٰ کے جوابات بھی تسلی بخش طریقے سے دیے جاتے ہیں۔ مدرسہ ہٰذا کا سالانہ خرچ تقریباً ساٹھ ہزار ہے۔ مدرسہ کی مستقل کوئی آمدنی نہیں۔ یہ خرچ اہلِ خیر حضرات کے تعاون سے پُورا کیا جاتا ہے۔ مدرسہ کی شدید ضروریات کے پیشِ نظر چار کنال رقبہ حاصل کر لیا گیا ہے جس میں ایک کنال کے وسیع پلاٹ میں نہایت عالیشان مسجد (جس کی لاگت تقریباً دو لاکھ روپیہ ہے) بنانے کا پروگرام ہے۔ مسجد دارالعلوم کی بنیاد رکھ دی گئی ہے۔ بارگاہ الٰہی میں نہایت عاجزی سے دُعا ہے کہ اہلِ خیر حضرات اور آخرت کی فکر رکھنے والے صاحبان کے دلوں میں اس مسجد کی اور مدرسہ کی تعمیر کا خیال ڈال دے۔

رابطہ کے لیے مندرجہ ذیل پتہ کو نوٹ فرمالیں

مہتمم مدرسہ عربیّہ دارالعلوم مدنیّہ، کوٹ ادو
ضلع مظفر گڑھ، پنجاب پاکستان، فون: ۷۶۵

بقیہ: نماز غیبت اور طمع

سے قلب میں خفیہ طور پر عداوت پیدا ہوتی ہے جس کی وجہ سے اس کی راحت اور آرام کی زندگی ہمیشہ کے لیے تلخ بن جاتی ہے۔ اگر کاش مسلمان اس مختصر نصیحت پر عمل کرے تو اس کی تلخ زندگی بہت آسانی کے ساتھ شیریں بن سکتی ہے۔

ضروری وضاحت

جلسوں، کانفرنسوں اور دیگر دینی تقریبات کی کارروائیاں بعض مراسلات اور نظمیں وغیرہ جو موصول ہوتی ہیں ہم انہیں ہفت روزہ ترجمان اسلام میں شائع کر دیتے ہیں۔

عبد الرشید انصاری ایڈیٹر خدام الدین و ترجمان اسلام

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد بدر عالم صاحب

نماز غیبت اور طمع

حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا یا رسول اللہ! مجھ کو کوئی مختصر سی نصیحت فرما دیجئے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

"اچھا جب تو نماز پڑھنے کھڑا ہو تو ایسی نماز پڑھنا جیسا رخصت ہونے والا آخری نماز پڑھتا ہے،

• اور ایسی بات زبان سے مت نکالنا جس پر کل کو معذرت کرنا پڑے،

• اور دوسروں کے پاس جو مال ہے اس کی کوئی طمع دل میں نہ رکھنا"

یہ تین مختصر نصائح انسانی معاش اور معاد کی خوشحالی کے لیے کافی ہیں۔ یہاں پہلی نصیحت نماز کے متعلق ہے۔

نماز کیا ہے۔ یہی کہ دونوں ہاتھ اٹھائے۔ گویا کہ دنیا کو پسِ پشت ڈال دیا اور اللہ اکبر کہہ کر گویا اس جہان سے نکل کر عالم قدس میں داخل ہو گیا۔ اب نہ کھانا ہے نہ پینا۔ نہ کسی سے خطاب کرنا ہے نہ کسی کی طرف التفات۔ مصلّی کو دیکھو تو سراپا ادب ہی ادب نظر آتا ہے۔ کھڑا ہے تو ہمہ تن کسی سے مناجات میں منہمک ہے۔ کبھی رکوع میں جھکتا ہے تو کبھی سجدہ میں جا پڑتا ہے اور کچھ دیر کے لیے کسی کی تسبیح و تقدیس میں ایسا مشغول ہے کہ اس کی نظروں میں کوئی دوسرا گویا موجود ہی نہیں۔ اسی محبوبیت کی صورت سے گزر کر با ادب دو زانو بیٹھ جاتا ہے اور تھوڑی دیر کے بعد اپنے دائیں بائیں والوں کو اس طرح السلام علیکم کہتا ہے گویا دوسرے عالم سے ابھی ابھی اس جہان میں آیا ہے۔

نماز کیا ہے عین اقامت کی حالت میں ایک عجیب سفر ہے۔ کتنا طویل ہے اور کتنا مختصر۔ طویل تو اتنا کہ عالم اسفل سے عالم بالا کا اور مختصر اتنا کہ صرف چند لمحات میں واپسی ہو جاتی ہے۔ کاش اگر اس صورتِ سفر میں ہمارے دلوں میں یہ تصور پختہ ہو کر حقیقت کا رنگ پیدا کر لے تو ہماری نمازوں میں بس جان پڑ جائے اور مؤمنوں کے لیے نماز کے معراج ہونے کا مطلب شاید کچھ کچھ سمجھنے میں آنے لگے۔ کتنی مشکل اور دشوار گذار حقیقت کو کتنے آسان طریقے پر ادا فرما دیا ہے۔ یعنی یہ کہ یوں نماز پڑھو گویا سب کو رخصت کر دیا اور سب سے رخصت ہو گئے اور یہ یقین کر لو گویا تمام جہان کو رخصت کر کے یہ آخری نماز پڑھ رہے ہو۔ اب معلوم نہیں کہ میسّر ہو کہ نہ ہو۔

دوسری بات یہ کیسی عجیب فرمائی کہ جب منہ سے کوئی بات نکلے تو ہمارا یہ فرض ہونا چاہیئے کہ ہم یہ خوب سوچ لیں کہ کل بندوں کے سامنے یا فرداء قیامت میں پروردگار کے سامنے قابلِ ندامت نہ ہو کہ پھر اس کی معذرت کرنی پڑے۔

تیسری بات یہ ہے کہ انسان کی فطرت میں یہ بات داخل ہے کہ دوسروں کے مال کی طرف تکا کرتا ہے خواہ خود غنی ہی کیوں نہ ہو جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اس کے نفس میں ہمیشہ کے لیے فقر کی خصلت پیدا ہوتی ہے اور دوسری طرف اس بُری خصلت کی وجہ سے دوسر دل

باقی ص ۲۶ پر